بسم اللہ الرحمٰن ا لرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

المنار

مارچ اپریل ۲۰۱۵

نگران۔ پروفیسر چوہدری حمید احمد۔ صدر تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ جرمنی

چیف ایڈیٹر: چوہدری محمد کولمبس خاں

ایڈیٹوریل بورڈ: چوہدری انیس احمد۔ میجر عبدالوحید رانا۔ منیر احمد باجوہ۔

مینیجر: چوہدری عبدالغفور ڈوگر

ترتیب وڈیزائن: محمد ظہیر احمد

پرنٹنگ: رانا محمد اصغر خان (A.K Print and Layout Service)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	احکام خداوندی۔ حدیث نبوی۔	۱
۲	کلام الامام، امام الکلام	۲
۳	ارشادات حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ	۳
۴	پیش لفظ ۔ پروفیسر حمید احمد چوہدری۔ صدر ایسوسی ایشن و نگران المنار	۴
۵	یسّرنا القرآن: ڈاکٹر سید محمد خیر البشر۔ کینیڈا	۶
۶	تقریب رونمائی برگِ خیال۔ رپورٹ	۱۰
۷	روایتی عربی عبارت میں خود بولتی خود بتاتی عربی صدابندی: پروفیسر مبارک احمد انصاری	۱۳
۸	اللہ تعالیٰ کی غائبانہ نصرت کا ایک ایمان افروز واقعہ۔ پروفیسر حمید احمد	۱۶
۹	مہدی علی قمر شہید ایک منفرد شاعر اور برگِ خیال۔ محمد اکرم ثاقب	۱۸
۱۰	وہ چاند تاروں میں رہنے کی بات کہہ کے گیا ۔ نظم عامر افتخار عامر	۲۰
۱۱	مہدی فرزند علی تیری اطاعت کو سلام: چوہدری محمد افتخار احمد نسیم۔ ربوہ	۲۱
۱۲	قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترم عبد الرزاق صاحب	۲۳
۱۳	مکرم ملک سلیم احمد ناصرؔ صاحب ایڈووکیٹ کا ذکر خیر۔ منیر احمد باجوہ	۲۴
۱۴	محترم پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد مرحوم: پروفیسر حمید احمد چوہدری	۳۰
۱۵	ہمبرگ ایک شہر ایک صوبہ: مدیر اعلیٰ المنار جرمنی	۳۲
۱۶	کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا	۳۴
۱۷	مکرم طارق گلفام ملک کا المنار جرمنی کو خصوصی انٹرویو	۳۵
۱۸	ایسوسی ایشن کی نئی منتخب شدہ مجلس عاملہ	۳۹
۱۹	المنار پر قارئین کے تبصرے	۴۰
	انگریزی / جرمن سیکشن	

ارشادِ باری تعالیٰ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيٰتٍ لِّأُوْلِي الألْبَابِ
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

سورة آلِ عِمران آیات 191.192

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحبِ عقل لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔
(اور بے ساختہ کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ! تُونے ہرگز یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تُو۔ پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

In der Schöpfung der Himmel und der Erde und im Wechsel von Nacht und Tag sind in der Tat Zeichen für die Verständigen. Die Allahs gedenken im Stehen und Sitzen und wenn sie auf der Seite liegen und nachsinnen über die Schöpfung der Himmel und der Erde: „Unser Herr, Du hast dies nicht umsonst erschaffen; heilig bist Du; errette uns denn vor der Strafe des Feuers.
(Aal e Imraan 191-192)

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ وَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا

(ابوداؤد۔ بحوالہ چالیس جواہر پارے نمبر 13)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:
جو شخص ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہم میں سے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا۔ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں

Erzählt von Hazrat Abdullah Ibn e Omer, Allah sei erfreut durch ihn:
Der Prophet Allahs, Friede und Segnungen Allahs seien auf Ihn, sagte:
„Jemand, der nicht barmherzig gegenüber unseren Jüngeren ist und nicht die Rechte der Älteren anerkennt, gehört nicht zu uns.
(Abu Daud, Vierzig schöne Edelsteine Nr. 13)

کلام الامام، امام الکلام

"عبادت کے دو حصّے تھے۔ایک وہ جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو ڈرنے کا حق ہے۔خدا تعالیٰ کا خوف اِنسان کو پاکیزگی کے چشمہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اس کی رُوح گُداز ہو کر الوہیت کی طرف بہتی ہے۔اور عبُودیت کا حقیقی رنگ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔دوسرا حصّہ عبادت کا یہ ہے کہ انسان خدا سے محبت کرے جو محبت کرنے کا حق ہے۔اسی لئے فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْاْ أَشَدُّ حُبًّالِلهِ (البقرة: 166) اور دنیا کی ساری محبتوں کو غیر فانی اور آنی سمجھ کر حقیقی محبوب اللہ تعالیٰ ہی کو قرار دیا جاوے۔یہ دو حق ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی نسبت انسان سے مانگتا ہے۔ان دونوں قسم کے حقوق کے ادا کرنے کے لئے یُوں تو ہر قسم کی عبادت اپنے اندر ایک رنگ رکھتی ہے مگر اسلام نے دو مخصوص صورتیں عبادت کی اس کے لئے مقرر کی ہوئی ہیں۔خوف اور محبت دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر اُن کا جمع ہونا محال نظر آتا ہے کہ ایک شخص جس سے خوف کرے اس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبت ایک الگ رنگ رکھتی ہے جس قدر انسان خدا کے خوف میں ترقی کرے گا اسی قدر محبت زیادہ ہوتی جاوے گی اور جس قدر محبتِ الٰہی میں ترقی کرے گا اِسی قدر خدا تعالیٰ کا خوف غالب ہو کر بدیوں اور برائیوں سے نفرت دِلا کر پاکیزگی کی طرف لے جائے گا۔

پس اسلام نے ان دونوں حقوق کو پورا کرنے کے لئے ایک صورت نماز کی رکھی ہے جس میں خدا کے خوف کا پہلو رکھا ہے۔اور محبت کے اظہار کے لئے حج رکھا ہے۔خوف کے جسقدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں کہ کس قدر تذلّل اور اقرارِ عبُودیت اس میں موجود ہے۔اور حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں"

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

ارشادات حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ

میٹنگ ہمراہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی مورخہ 26 اگست 2005

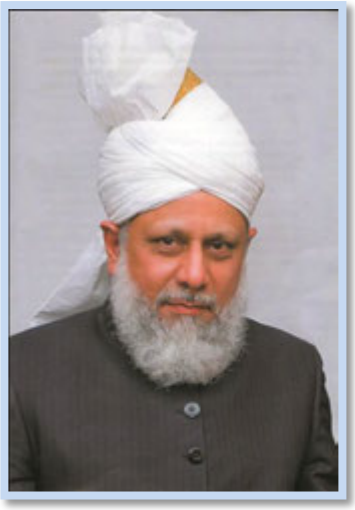

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے ہمراہ میٹنگ میں فرمایا:

"اب ماشاء اللہ آپ لوگوں میں پڑھنے کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ صرف ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو نوبل انعام ملا تھا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اگلی صدی میں جماعت احمدیہ کے پاس اتنے سائنسدان ہونے چاہئیں جو ان کے نقش قدم پر چلیں۔۔۔اب یہاں جرمنی میں جو رجحان پیدا ہوا ہے اور سیکریٹری صاحب تعلیم نے رپورٹ دی ہے کہ اتنے طلبا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں فیس بھی کم ہے اور تعلیم بھی سستی ہے اِس لئے اِس موقع سے آپ سب کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔۔ لڑکیاں تو محنت کر کے پڑھائی کر لیتی ہیں لیکن لڑکوں میں جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے رُجحان کم ہے۔ لازمی تعلیم کے حصول کے بعد کوئی ہنر سیکھنے کی طرف چلے جاتے ہیں۔ احمدی سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کالجز اور یونیورسٹی کے طلبا کو آرگنائز کرے۔۔ عموماً رجحان ہو گیا ہے کہ آسان سا مضمون لیا جائے اور جلدی پڑھائی کو ختم کیا جائے۔۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ کمپیوٹر میں بھی جاتے ہیں تو کمزور شعبہ میں جاتے ہیں۔ گرافکس میں جاتے ہیں۔ اس کا اتنا فائدہ نہیں ہے۔ کمپیوٹر انجنیئرنگ میں جانا چاہیے۔۔۔ اپنی محدُود سوچ رکھ کر نہیں کرنی۔ اپنی سوچ کو وسیع کرنا ہو گا۔ تو اُمید ہے انشاء اللہ اس سوچ سے آپ کریں گے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خواہش تھی کہ ہمیں اتنے سائینسدان میسّر آجائیں۔ تو وہ جرمنی سے ہی میسّر آجائیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔۔ ایک احمدی طالبعلم کو اپنا کام دعا سے شروع کرنا چاہئے۔ پڑھائی کریں اور دعا کریں۔ امتحانات ہوتے ہیں تو پرچہ شروع کرنے سے پہلے دعا کریں۔ یہ دوسروں کے لئے آپ کی انفرادیت ہو گی۔ کہ آپ ہاتھ اٹھا کر پرچہ شروع ہونے سے قبل دعا کرتے ہیں۔"

(بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصّہ سوم صفحہ 83 تا 84 الفضل انٹرنیشنل 23 تا 30 ستمبر 2005)

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا بے پناہ شکر کرتے ہوئے ہم نہ صرف نئے سال میں داخل ہو رہے ہیں بلکہ اگلے تین سال کے لئے نئی منتخب شدہ ٹیم کے ساتھ نئی مدت بھی اس سال شروع ہو رہی ہے۔ الحمدللہ کہ پچھلے تین سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل، حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی دعاؤں اور دوستوں کے تعاون کے ساتھ ایسوسی ایشن بہت حد تک فعال رہی۔ جہاں تک ایڈوائزری کمیٹی کا تعلق ہے تو ہر سال ہنگامی اجلاسات کے علاوہ کم از کم چار اجلاس سالانہ باقاعدگی سے ہوتے ہیں۔

اجلاسات: پچھلے سالوں میں مشاعروں کے علاوہ ایک سیمینار کروایا گیا جس کا موضوع تھا ”مغربی معاشرہ میں ہمارے بچوں کے مسائل“۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس میں مکرم محترم مولانا حیدر علی ظفر نائب امیر و مشنری انچارج جرمنی اور مکرم محترم ڈاکٹر محمود احمد طاہر، نیشنل سیکریٹری امور عامہ کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی۔ یہ مجلس بہت دلچسپ اور مفید رہی۔ جب مکرم محترم پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد ساہی صاحب، جو تعلیم الاسلام کالج قادیان کے ابتدائی دور کے طلباء میں سے ہیں، کینیڈا سے کچھ دنوں کے لئے جرمنی تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں ایسوسی ایشن کی طرف سے عشائیہ پیش کیا گیا جس میں محترم نیشنل امیر صاحب نے بھی شرکت کی۔ پچھلے سال کے آخر میں محترم ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید کے مجموعہ کلام جو مکرم محمد اکرم ثاقب صاحب نے **”برگِ خیال“** کے نام سے ان کی شہادت کے بعد طبع کروایا ہے اسکی تقریب رونمائی منعقد کروائی گئی جس میں احباب جماعت کو دعوت عام دی گئی۔ اس اجلاس کی صدارت بھی محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب نے کی، جن کی سرپرستی اور تعاون ایسوسی ایشن کو ہر مرحلہ پر حاصل ہوتا رہتا ہے اور اس پر ہم ان کے مشکور ہیں۔ ناشکری ہوگی اگر میں اپنے عزیز دوستوں مکرم خاور افتخار اور مکرم عامر افتخار صاحبان کا خاص طور پر شکریہ ادا نہ کروں۔ ان کے تعاون کے بغیر ہمارے لئے بہت سے امور کماحقہٗ تکمیل کو پہنچانا ممکن نہیں۔

رسالہ المنار: اجلاسات کے علاوہ المنار، جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے خصوصی ارشاد کی تعمیل میں شروع کیا گیا تھا، خدا کے فضل سے ہر تین ماہ بعد شائع کیا جاتا رہا۔ سال گزشتہ میں اس رسالہ کے دو خاص شمارے طبع کرائے گئے۔ ایک ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید کی یاد میں اور دوسرا ڈاکٹر محمد عبد الہادی کیوسی کے لئے وقف کیا گیا۔ رسالہ کی تیاری میں محترم چوہدری محمد کو لمبس خان اور مکرم چوہدری منیر احمد ناصر باجوہ صاحبان کا خاص تعاون حاصل رہا۔ حضور کا ارشاد ہے کہ ہم المنار میں جرمن حصہ بھی شامل کریں۔ میں عزیزہ منزہ عاقل خان اور ڈاکٹر سعدیہ راجہ کا بے حد مشکور ہوں کیونکہ ان کے تعاون کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو نیک قسمت بنائے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ اگر میں مکرم محمد ظہیر احمد صاحب کا اس سلسلہ میں ذکر نہ کروں تو بڑی بے انصافی ہوگی کیونکہ ان کی محنت اور رہنمائی کے بغیر رسالہ کی تکمیل ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔ رسالہ کے

ڈاکٹر کیوسی سپیشل شمارہ کی انتہائی خوبصورت چھپوائی، نہایت معمولی معاوضہ پر مکرم محترم رانا محمد اصغر خان صاحب، آف Print and Layout Service نے اپنے پریس میں تیار کروا کر ایسوسی ایشن کی بہت بڑی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

سکالرشپ فنڈ: ان تمام امور سے بڑھ کر اپنے پر خود عائد کردہ ہماری ذمہ داری پاکستان کے مستحق طلباء کے لئے سکالرشپ فنڈ بھجوانے کی ہے۔ اس میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اِس قابل ہوئے کہ اس سال کے لئے دس لاکھ روپیہ کی رقم کا ٹارگٹ نہ صرف پورا کر سکے بلکہ ایک لاکھ کی زائد رقم صدر انجمن احمدیہ کو پیش کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے بہت سے ایسے دوستوں اور بزرگوں، جو تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم نہیں رہے، انکے دل میں اس فنڈ میں شامل ہونے کی تحریک ڈالی۔ میں پھر سے ان دوستوں کے نام دعا کے لئے لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مکرم چوہدری عبد العزیز ڈوگر صاحب، مکرم ڈاکٹر محمود احمد طاہر صاحب، مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب، مکرم طارق محمود صاحب نیشنل سیکریٹری مال جرمنی۔ اسی طرح بعض ایسے سابق طلباء دوست ہیں جو جرمنی میں قیام پذیر نہیں اور ہم نے ان سے اس فنڈ میں شامل ہونے کی تحریک نہیں کی مگر خدا نے ان کے دل میں ڈالی اور انہوں نے بڑی بڑی رقوم ادا کیں۔ ان میں محترم لفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر سید محمد خیر البشر صاحب آف کینیڈا، مکرم محمود احمد لون مقیم چین۔ مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب مقیم لاہور اور مکرم سید محمد الیاس بشیر احمد صاحب مقیم ہالینڈ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ممبران ایسوسی ایشن، جو بڑی فراخدلی سے اس فنڈ میں رقم پیش کرتے رہتے ہیں، کے نام طوالت کی غرض سے نہیں لکھے جا رہے، تاہم خاکسار ان تمام دوستوں کے نام باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خدمت میں دعا کی غرض سے پیش کرتا رہتا ہے۔ دراصل حضور کی دعاؤں کی برکت سے ہی ہم اس قابل ہوئے کہ اپنا ٹارگٹ پورا کر سکیں ورنہ دعاؤں پر ہی ہمارا بھروسا ہے۔ خدا کرے کہ ہم آئندہ بھی ایسے پروگرام بنائیں اور ان پر عمل پیرا ہوں جن سے ہم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی توقعات پر پورے اُترنے والے اور حضور کی دعاؤں کے مستحق بننے والے ہوں۔ آمین

خاکسار حمید احمد چوہدری۔ صدر ایسوسی ایشن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کا مؤلفہ قاعدہ یسرنا القرآن اور نئی طرز کتابت

لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ: ڈاکٹر سید محمد خیر البشر۔ کینیڈا

قریب سو برس پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دور حیات میں بے شمار غیر معمولی واقعات اور کام ہوئے۔ ان میں قاعدہ یسَّرنا القرآن کی تصنیف اور یسَّرنا القرآن والی نئی طرز کتابت کا رائج ہونا اپنی شان و شوکت اور خدمات میں بے مثل ہے۔ میں کئی دہائیوں سے ان دونوں نعمتوں سے فیضیاب ہو رہا ہوں۔ قریب تین دہائیوں سے قاعدہ یسَّرنا القرآن میرا روزمرہ کا معمول ہے۔ قاعدہ یسرنا القرآن اپنے خدوخال، شکل و شباہت، اشتہار، دیباچہ، اسباق، ہدایات برائے اساتذہ اور وصیت کے مضامین پر مشتمل جوں کا توں قائم ہے۔ نسل در نسل مفید اور مقبول رہتے ہوئے قاعدہ ہذا نے وہ وابستگی، عقیدت اور مقام حاصل کیا کہ اس کے عقیدت مند کسی دیگر قاعدہ کو جانچنے، پرکھنے بلکہ دیکھنے کو تیار نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس قاعدہ میں موجود علمی، تدریسی اور تفریحی خزانے عام آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ قاعدہ کی صد سالہ جوبلی کے موقع پر میں اپنے جذبات تشکر اور تحدیث نعمت کے لئے یہ مضمون آپ کی نذر کر رہا ہوں۔

ذکر واقعات

صدی دو صدی پہلے برصغیر ہندوستان میں صرف بغدادی رسم الخط اور بغدادی قاعدہ مشہور و مقبول اور مستعمل تھے۔ پھر یوں ہوا کہ خوش قسمت حضرت پیر منظور محمد مرحوم مؤلف قاعدہ یسَّرنا القرآن نے بغدادی کتابت اور بغدادی قاعدہ پر پڑھنے پڑھانے والوں کی ایک مشکل یادشواری کو دریافت کیا اور دونوں کو، تلاوت سیکھنے اور سکھانے والوں کے لئے، غیر آسان اور غیر دوستانہ قرار دیا۔ انہوں نے تحریر کیا کہ اس سسٹم پر تلاوت سیکھنے والوں کو اپنے سبق اور عبارتیں 'طوطے کی طرح' رٹنی پڑتی ہیں جو قریب حفظ کے ہوتا ہے۔ انہوں نے چاہا کہ اس مشکل یادشواری کو دور کیا جانا چاہیئے۔ مؤلف قاعدہ خوش نصیب تھے کہ خداوند کریم نے انہیں مذکورہ مشکل یادشواری کا علاج کرنے اور اسے دور کرنے کی نیت، غور و فکر، ہمت اور تدبر نصیب کیا۔ ورنہ بہت سے مسلمان اور بھی تھے جنہوں نے اس مذکورہ مشکل کو محسوس کیا مگر اس کے ساتھ عمر گزار گئے۔

حضرت پیر صاحب کو خداوند کریم نے ایک 'نئی طرز کتابت' مذکورہ مشکل یادشواری کے علاج کے طور پر عطا فرمائی۔ پیر صاحب نے بغدادی رسم الخط میں دشواری بلکہ غلطیوں کے امکان کو اور اپنی ایجاد کردہ طرز کتابت میں واضح آسانی اور درستی کو بیّن طور پر ظاہر کرنے کے لئے چند مثالیں اپنے عربی قاعدہ کے دیباچہ میں درج کی ہیں۔ میری درخواست ہے کہ ان مثالوں کو پھر سے دیکھا جائے تاکہ حضرت پیر صاحب کے لئے تشکر کے جذبات پھر سے نمودار اور بیدار ہوں۔ بیدار بخت حضرت پیر صاحب کے قاعدہ کو اور ان کی نئی طرز کتابت کو اہل قادیان نے دیکھا، جانچا اور عملی افادیت کو پرکھا۔ جب دونوں کو مفید اور موزوں پایا تو جماعت احمدیہ عالمگیر نے بطور ایک ماڈرن سہولت اور الٰہی احسان کے قبول کیا اور رائج کیا۔ چنانچہ بفضل خدا دور دور تک لوگ باگ اس قاعدہ اور نئی طرز کتابت سے فیضیاب ہونے لگے۔ قرآن مجید کا سیکھنا، پڑھتے رہنا اور پڑھانا آسان ہو گیا۔

قرآن شریف

قاعدہ ہذا میں پیر صاحب نے لکھا ہے کہ انہیں باوجود بہت تلاش کے ایسا قرآن شریف کوئی نہیں ملا جس میں اعراب کو اپنے اپنے حروف کے ساتھ رکھنے کا التزام کیا گیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس التزام اور احتیاط کے ساتھ اپنی کتابت پر قرآن شریف لکھنے کا مشکل اور لمبا کام شروع کیا۔ خداوند کریم کی عطا کردہ توفیق اور اس کے فضل و رحم کے ساتھ ان کے لکھے پارہ جات ایک ایک کر کے طبع ہونے شروع ہوئے۔ آخر کار ایک آسان تر طرز کتابت میں قرآن شریف بنی نوع انسان کو نصیب ہو گیا۔ بلاشبہ آج تک یہی نسخہ قرآن آسان ترین ہے اور جماعت احمدیہ عالمگیر کو اس پر ماشاء اللہ بجا فخر ہے۔

عربی کا قاعدہ

مرحوم مغفور حضرت پیر صاحبؒ کا دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے برصغیر ہندوستان میں موجود اردو دان مسلمان خاندانوں اور ان کے بچوں کے لئے قاعدہ یسَّرۡ نَاالقرآن ترتیب وتدوین کیا۔ان کی تدریسی صلاحیتوں کی تعریف میں چند کلمات درج ذیل ہیں۔

- عربی کی بجائے قاعدہ ہٰذا میں ذریعہ تعلیم وتدریس اردو ہے۔ ہدایات برائے اساتذہ، دیباچہ، اشتہار، دیگر مضامین اور وصیت سب کے سب سلیس اردو میں تحریر ہیں۔
- عربی حروف تہجی کے نام اور تلفظ التزاماً مقامی اردو حروف کے تلفظ مثلاً بے، تے، فے کے مطابق کرنے کی ہدایت درج ہے۔
- اسی طرح عربی اعراب کو عربی ناموں سے روشناس کروانے کی بجائے مقامی اردو ناموں مثلاً کھڑی زبر، کھڑی زیر اور الٹی پیش کہلوا کر گزارا کیا گیا ہے۔
- قاعدہ ہٰذا میں ارادتاً اردو سلیس الفاظ اور فقرہ جات شامل کئے گئے ہیں تاکہ اردو دان طبقہ اس سے مانوس رہے اور راغب رہے۔
- پیر صاحب کی اپنی تحریر کے مطابق قاعدہ ہذا کو پڑھ کر اردو پڑھنا بچے کے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے خود قاعدہ یسَّرۡ نَاالقرآن کے بعد تیزی سے اردو پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

تلاوت کے قواعد

قاعدہ یسَّرۡ نَاالقرآن کا کورس مکمل ہے، ترتیب موزوں ہے، قواعد کی اردو زبان نہایت مناسب اور سلیس ہے جو آج تک بوڑھی اور بوسیدہ نہیں ہوئی ہے۔چند مثالیں آپ کی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے پیش خدمت ہیں۔

❖ حروف کی کل اشکال: ہر عربی حرف کی چاروں اشکال، یعنی اس کی مفرد شکل اور لفظوں کے شروع میں، درمیان میں اور آخر میں واقع ہونے کی اشکال سکھانے کے بعد بعض حروف کی دیگر شکلیں بھی سکھائی گئی ہیں۔

❖ جزم: (قاعدہ نمبر ۹) جس حرف پر جزم واقع ہو، اس کے ساتھ اس سے پہلے حرف کو ملادیا کرو۔استثناء قاعدہ نمبر ۳۲ میں دیکھیں۔

❖ خالی حرف: (قاعدہ نمبر ۱۹) 'خالی حرف نہیں بولتا'

❖ استثناء: ہاں وہ خالی الف بولتا ہے جس سے پہلے زبر والا حرف ہو اور بعد میں کوئی جزم والا حرف نہ ہو۔(استثناء کا استثناء، قاعدہ نمبر ۳۵ میں مذکور ہے)

❖ تنوین: (قاعدہ نمبر ۲۵)۔ تنوین کے بعد جب حرف مشدد آئے تو بجائے دو زبر کے ایک زبر، بجائے دو زیر کے ایک زیر اور بجائے دو پیش کے ایک پیش سمجھیں۔

❖ استثناء: جب تنوین کے بعد حرف مشدد 'ی' یا 'و' ہو تو ملاتے وقت تنوین کو مکمل دو زبر، دو زیر اور دو پیش سمجھیں۔

❖ ادغام: (قاعدہ نمبر ۳۲) قاعدہ نمبر ۹ کے برعکس جزم والے حرف کے بعد اگر تشدید والا حرف نظر آ جائے تو جزم کو چھوڑ کر تشدید والے حرف کے ساتھ ملائیں۔

❖ نون قطنی: (قاعدہ نمبر ۳۵)۔نون قطنی سے پہلے کا خالی الف، جس سے پہلے اگرچہ زبر والا حرف بھی ہو تو بھی یہ خالی الف نہیں بولتا۔یعنی قاعدہ نمبر ۱۹ کا استثناء ہے۔لہٰذا خالی الف سے پہلے والے زبر والے حرف کو لمبا نہ کریں۔

❖ وقف کرنا: (قاعدہ نمبر ۳۷)۔اگر کسی متحرک حرف کے مابعد وقف کی کوئی علامت آجائے تو متحرک حرف کی زبر، زیر، پیش کو معدوم سمجھ کر اس کے ساتھ اس سے پہلے والے حرف کو ملا کر متحرک حرف کو ساکن کر دیں۔

❖ علاوہ ازیں اگر متحرک حرف گول ۃ ہو اور مابعد وقف کی کوئی علامت آجائے تو 'ۃ' کی بجائے 'ہ' پڑھی جائے گی۔

❖ اگر ایک زبر والے حرف کے بعد خالی الف ہو اور مابعد وقف کی کوئی علامت آجائے تو وہ الف ویسے ہی بولے گا۔ یعنی زبر سے ملا کر بولے گا۔ گویا وقف کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

❖ مگر اگر دوزبر والے حرف کے بعد خالی الف ہو اور مابعد وقف کی علامت آجائے تو وہ الف تو بولے گا اگرچہ 'دو' کی بجائے صرف ایک زبر پڑھی جائے گی۔ دوزبر کے بعد خالی 'ی' 'الف' سے بدل جائے گی۔

قاعدہ کے فوائد

باعث دلچسپی ہوگا اگر حضرت پیر صاحب کی اپنی تحریر کے مطابق قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن کے چند فوائد بھی حاضر خدمت کئے جائیں۔

- قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن نے استادوں کی دردسری اور مغزخوری اور غصہ کے جلے بھنے رہنے کی تکلیف ختم کر دی ہے۔ قاعدہ ہذا نے ان کے لئے کام کو پہلے سے بہت آسان کر دیا ہے۔ بہت سا کام جو استادوں کو کرنا پڑتا تھا یہ قاعدہ خود کرتا ہے۔
- قاعدہ بغدادی کے کئی نقائص اور کمزوریوں کی وجہ سے بچوں پر ایک بڑی مصیبت نازل تھی، ناواقف استاد غصہ میں بھر کر بچے کی کھال تک ادھیڑ دیتے تھے۔ قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن نے ان تمام خرابیوں کو دور کر دیا ہے۔ اور بچے اس مار سے جو ناجائز طور پر انہیں پڑتی تھی محفوظ کر دیا ہے۔
- بجائے کئی سال کے صرف چھ ماہ میں بچے قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں۔ چار ماہ میں قاعدہ ختم ہو جاتا ہے۔ باقی دو ماہ میں قرآن شریف بچے سے سن لیں۔
- اس قاعدہ کو پڑھ کر اردو پڑھنا بچے کے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔
- اس قاعدہ نے ارشاد خداوندی [وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ] کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔ آیت مذکورہ میں ایک پیشگوئی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ قرآن شریف کا پڑھنا مشکل سمجھیں گے لیکن لوگوں کے اس خیال کو باطل کر دیا جائے گا۔

میرے شاگرد اس زمانہ میں قرآن شریف کا پڑھنا مشکل سمجھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ ان کے اس خیال کو کب تک باطل کر دیا جائے گا؟ تاہم چونکہ اس زمانہ (۱۹۰۴ء) میں قاعدہ ہذا کے ذریعہ سے ان لوگوں کے خیال کو باطل ثابت کر دیا گیا تھا اور خداوندی کی پیش گوئی پوری ہوئی تھی اس لئے اس قاعدہ کا نام یَسَّرْنَا القرآن رکھا گیا تھا۔

میں ایک تمثیل عرض کرتا ہوں۔ بغدادی سسٹم پر کسی نئے اناڑی کا تلاوت سیکھنا ایسے ہے جیسے ایک اناڑی دو پہیے والی سائیکل کی سواری سیکھے۔ جبکہ یسرنا القرآن سسٹم پر ایسے ہے جیسے ایک اناڑی تین پہیے والی موزوں سائز کی سائیکل پر سواری سیکھے۔ پھر نہ غلطی کرے اور نہ سائیکل سے گرے۔

اب ایک تجربہ عرض کرتا ہوں۔ یَسَّرْنَا القرآن سسٹم پر تلاوت سیکھنے والے طلباء حسب ضرورت بعد میں بغدادی اور دیگر عربی رسم الخطوط پر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ یَسَّرْنَا القرآن سسٹم پر تلاوت سیکھنے والے دیگر رسم الخطوط پر ناکام رہتے ہیں۔ بات ضرورت اور نیت کی ہے۔

اب ایک اندازہ پیش خدمت ہے۔ بغدادی سسٹم پر پڑھے کامیاب طلبا میں سے جتنے فی صد (رضاکار) استاد قرآن شریف پڑھانے والے پیدا کرتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ فی صد رضاکار استاد، یَسَّرْنَا القرآن سسٹم پر پیدا ہوتے ہیں اور یہ محض برکت خداوندی ہے۔ اتنے فوائد کی موجودگی، یَسَّرْنَا القرآن سسٹم کے عقیدت مندوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس سو سالہ محفوظ و مفید اور مقبول قاعدہ کو بہترین قاعدہ قرار دیں۔

تراجم

گزشتہ سو برس سے حضرت پیر صاحب کی کتابت قرآن شریف اور قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن نے اپنی عملی افادیت اور مقبولیت کے جھنڈے گاڑے ہوئے ہیں۔ چند دہائیوں سے قاعدہ میں موجود اساتذہ کے لئے اردو ہدایات کے تراجم قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن کے عربی اسباق کے ساتھ لگا کر دیگر زبانوں میں

خدمت کر رہے ہیں۔اب دیس دیس میں قاعدہ یسّرنا القرآن کی یہ عبارت باآواز بلند پڑھی جارہی ہے۔' یہ عربی کا قاعدہ ہے،عبارت اردو کی ہے،۔ ماشاءاللہ

ارشادخداوندی

مؤلف قاعدہ یسرنا القرآن حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ نے خاص اہتمام سے ارشاد خداوندی کا ذکر کیا۔ پھر اس پیشگوئی کو ایک بار پھر سے پورا ہونے کو ثابت کیا اور اس پر اپنی تالیف کا نام 'قاعدہ یسّرنا القرآن رکھا۔ یہ ان کا انعام تھا جس کے لئے قرآن کے رحمان خدا تعالیٰ نے انہیں چن لیا تھا۔ابتدائے قرآن اور آغاز اسلام کے وقت عربی تحریریں اور عبارتیں رموز و اوقاف،اعراب،شدہ،جزم بلکہ نقطہ جات سے عاری اور خالی تھیں۔عربوں کو ایسی عربی عبارت کے پڑھنے میں ہر گز کوئی دقت یا مشکل نہ تھی۔مابعد کی تمام صدیوں میں قرآن شریف کی عبارتوں کو ہم جیسے غیر عرب مسلمانوں کی خاطر آسان سے آسان تر بنایا گیا۔یہی دستور اور سلسلہ آئندہ بھی ارشاد خداوندی کی سچائی کی خاطر جاری رہے گا۔جیسا کہ قرآن شریف کی حفاظت جاری رہے گی۔

حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی قرآن شریف کے لئے عظیم خدمات اور ہم جیسوں پر بے انتہا احسانات ہیں انکے اجر بے حساب کے لئے،ان کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے خاکسار کی دلی دعائیں جاری و ساری ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 نومبر 2003 سے شکریہ کے ساتھ)

E.mail:smk@EasyReciteArabic.org
Web Site: www.EasyReciteArabic.org
Phone: 905-303-5781

تقریب رونمائی برگِ خیال۔کلام مکرم مہدی علی قمر شہید

مورخہ 25۔دسمبر 2014 بروز جمعرات بیت السبوح فرینکفورٹ میں محترم ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید کے منظوم کلام کا مجموعہ جو ہمارے بھائی مکرم محترم محمد اکرم ثاقب صاحب آف امریکہ نے شہید مرحوم کی شہادت کے بعد برگ خیال کے نام سے شائع کروایا ہے اسکی تقریب رونمائی کا انعقاد مکرم محترم مولانا حیدر علی ظفر کی صدارت میں ہوا۔شہید مرحوم کے بھائی محترم مولانا ہادی علی چوہدری، پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی۔اسی طرح مکرم محمد اکرم ثاقب صاحب بھی بنفس نفیس اس تقریب میں شامل ہونے کے لئے امریکہ سے تشریف لائے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قران کریم سے ہوا جو مکرم مکرم عبدالحنان ڈوگر نے کی جس کا جرمن ترجمہ مکرم مبشر احمد چوہدری نے کیا۔

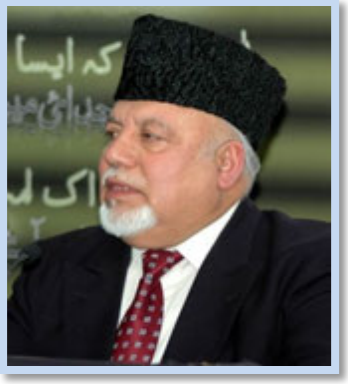

بعدہٗ مکرم محترم مولانا عبدالباسط طارق صاحب نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نظم **یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خون سینچے بغیر نہ پنپیں گے** اپنی پرکشش آواز میں ایسے پڑھی کہ ثاقب زیروی مرحوم کی یاد تازہ ہوگئی۔ مولانا صاحب کی نظم کے بعد شہید مرحوم کے بارہ میں ایک ڈاکیومینٹری دکھائی گئی۔اس کے بعد مکرم اسحاق ساجد صاحب نے جو چار سو کلو میٹر کا سفر طے کر کے اس تقریب کے لئے آئے تھے اپنی اس موقع کی مناسبت سے لکھی گئی ایک نظم خوش الحانی سے سنائی۔

بعدہ مہمان خصوصی محترم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نے اپنی تقریر میں اپنے عزیز بھائی ڈاکٹر شہید مرحوم کے اوصاف بیان کئے۔دورانِ تقریر فرطِ جذبات سے بار بار ان کی آواز بھرا جاتی تھی۔انہوں نے کہا شہادت کی خبر پر تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہمت دی اور بڑے صبر سے انہوں نے اور ان کے سارے خاندان نے اپنے آپ پر جبر کیا مگر وقت کے ساتھ جبر کا بند کبھی کبھی ٹوٹ جاتا ہے۔انہوں نے بتایا کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی اس تقریب میں شمولیت کی اجازت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا گیا ہے تو ان کی دعا تھی کہ حضور اقدس اجازت نہ دیں۔کیونکہ بھائی کے ذکر سے ان کے زخم تازہ ہو جاتے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ ان کے نانا محترم ماسٹر ضیاءالدین صاحب، جو 1974 میں شہید ہوئے، کی شہادت کے بعد اب تک ان کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے نو شہادتیں پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ اپنی تقریر کے دوران انہوں نے اپنے برادر اکبر محترم چوہدری محمد افتخار احمد نسیم صاحب، جو بلند پایہ شاعر ہیں، کی بہت ہی جذباتی اور شعری نقطہ نگاہ سے اعلیٰ پایہ کی نظم بھی پڑھ کر سنائی۔

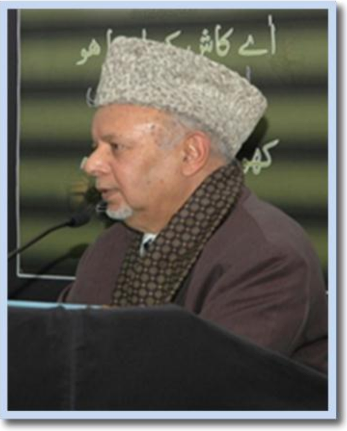

مولانا ہادی علی چوہدری صاحب کی تقریر کے بعد امریکہ سے تشریف لائے ہوئے مہمان محترم محمد اکرم ثاقب صاحب نے اپنی تقریر میں مہدی شہید سے اپنی ذاتی دوستی کے حوالہ سے ان کی صفات بیان کیں اور بتایا کہ وہ بامقصد صوفیانہ شاعری کرتے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ خشک انسان تھے۔ وہ ہر کس وناقص سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔

محترم مولانا حیدر علی ظفر صاحب کی اختتامی صدارتی تقریر سے پہلے بہت سے مقامی شعرائے کرام نے اپنے اپنے منظوم کلام سنائے۔۔ مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب تشریف تو لائے مگر بوجہ ضعف اپنی نظم خود نہ سنا سکے۔ ان کی خواہش پر ان کا کلام مکرم چوہدری داؤد احمد ناصر نے خوش الحانی سے پڑھا۔ احباب کی جانب سے اگرچہ شعر و شاعری کا یہ سلسلہ جاری رکھے جانے پر اصرار ہو رہا تھا مگر وقت کی تنگی کے باعث صاحب صدر نے بہت سے شعراء سے معذرت کرتے ہوئے اپنی صدارتی تقریر کے ساتھ اس تقریب کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس اعلان سے پہلے پروفیسر حمید احمد چوہدری، صدر ایسوسی ایشن نے حاضرین و منتظمین کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس تقریب کے تمام تر انتظامات مکرم خاور افتخار صاحب کی نگرانی میں مکرم عامر افتخار نے کیئے۔ اسی طرح انہوں نے ایم ٹی اے کی ٹیم اور مکرم شاہد عباسی صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس تقریب کی ویڈیو ریکارڈنگ اور فوٹو گرافی کر کے اس موقع کو یادگار بنا دیا۔ تقریب کی ویڈیو ریکارڈنگ جسے مکرم عامر افتخار صاحب نے ایڈٹ کر کے تیار کیا وہ دوستوں کی خدمت میں بھجوایا جا چکا ہے۔ رپورٹ کا باقی حصہ تصویری زبان میں میں پیش ہے۔

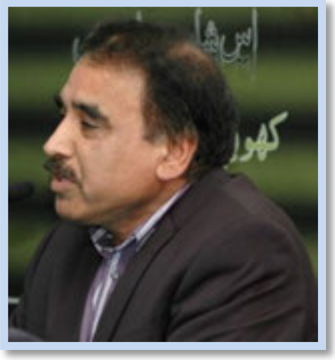

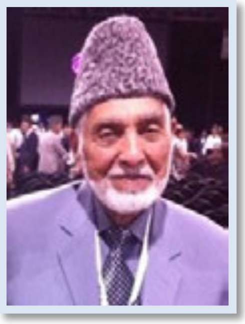

روایتی عربی عبارت میں خود بولتی خود بتاتی عربی صدابندی

ERA کتابت = ERA TRANSLITERATION

-1 ERA کتابت کی اول اور منفرد بات یہ ہے کہ اس میں ایک ساتھ دو بڑی ضروریات یا تقاضے پورے کئے گئے ہیں، جو کسی دیگر روایتی عربی کتابت میں ہر گز موجود نہ ہیں۔ ایک پہلو سے ERA روایتی عربی کتابت ہے، جس پر عربی دان افراد اس کا عربی مضمون سمجھ پاتے ہیں۔ دوسرے پہلو سے یہ کتابت عربی کی صدابندی یعنی Transliteration ہے۔ جس پر غیر عربی دان افراد اپنی تلاوت، ناظرہ اور آمین قرآن کے فرائض زیادہ آسانی، درستی اور روانی سے ادا کر پاتے ہیں۔

-2 فی زمانہ مارکیٹ میں موجود چار قسم کی کتابتوں اور سہولتوں کے مقابلہ میں ERA کتابت کی تقابلی خوبیاں یا خصوصیات درج ذیل ہیں۔

i. تلاوت و ناظرہ قرآن مجید کے لئے، پرانی روایتی عربی رسم الخطوط پر میسر ہر سہولت ERA کتابت پر بھی دستیاب ہے۔

ii. تلاوت و ناظرہ قرآن مجید کے لئے، کتابت یسرنا القرآن ہندوستان کی ہر سہولت اور آسانی ERA کتابت میں بھی دستیاب ہے۔ علاوہ ازیں مؤلف یسرنا القرآن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ERA سسٹم پورے قرآن شریف کو خالص عربی حروف میں صدا بند یعنی Transliterate کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ پیش کش عظیم ترین انقلابی نئی سہولت ہے، خصوصاً غیر عربی دانوں کے لئے۔

iii. حفظ، تلاوت و ناظرہ قرآن مجید کے لئے Roman Arabic Transliteration کی مبینہ دس سہولتیں جو کسی روایتی عربی کتابت میں موجود نہ ہیں، تمام کی تمام سہولتیں ERA کتابت میں دستیاب ہیں۔ چنانچہ جہاں جہاں بھی Roman اور دیگر غیر عرب Transliteration اپنی خدمات انجام دیتی تھیں، وہاں وہاں ERA کتابت یعنی ERA Transliteration بھی کام کر رہی ہے۔

iv. اسی طرح Simplified Arabic کی جدید ترین سہولت بھی ERA کتابت میں مکمل میسر ہے۔ کیونکہ ERA قرآن پاک صرف اور صرف 30 اشکال حروف تہجی سے لکھا اور مزین کیا گیا ہے۔ یہ بھی انقلابی نئی سہولت ہے، خصوصاً غیر عربی دانوں کے لئے۔

-3 ERA کتابت کی حکمت عملی یا سلیقہ شعاری ہے کیا؟ جس نے تلاوت قرآن پاک کی کئی سابقہ مشکلات اور دشواریوں کو ہمیشہ کے لئے ہلاک کر کے دفن کر دیا ہے؟ چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔

a. عربی عبارت میں موجود حروف کی اکثریت کو اکیلے میں، یعنی اگلے حرف سے جوڑے اور ملائے بغیر ادا کیا جاتا ہے، ERA سسٹم اولاً ایسے تمام حروف کی نشاندہی کرتا ہے۔ پھر ان کو BLACK یعنی کالے رنگ میں پرنٹ کرتا ہے۔ چنانچہ ERA کتابت پر ہر قاری ہر BLACK یعنی کالے حرف کو اگلے حرف سے جوڑے اور ملائے بغیر ادا کرتا جاتا ہے۔ قاری خود فیصلہ نہیں کرتا کہ کیا کرنا اور کیوں کرنا ہے یعنی اس کالے حرف کو اگلے حرف سے جوڑ کر پڑھوں یا اکیلا پڑھوں؟

b. عربی عبارت میں موجود حروف کی دوسری قسم ایسی ہوتی ہے کہ وہ بولتے بھی ہیں اور اگلے حرف سے جوڑتے بھی ہیں، کیونکہ اگلے حرف پر جزم یا شدہ وغیرہ موجود ہوتا ہے۔ERA سسٹم اولاً ایسے تمام حروف کی نشاندہی کرتا ہے۔ پھر ان کو GREEN یعنی سبز رنگ میں پرنٹ کر دیتا ہے۔ چنانچہ ERA کتابت پر قاری جزم اور شدہ وغیرہ کی تلاش، دریافت اور عدم دریافت سے بے نیاز رہتے ہوئے ہر GREEN یعنی سبز حرف کو اگلے حرف سے جوڑ کر پڑھتا اور ادا کرتا ہے۔ کوئی ذاتی فیصلہ نہیں کرتا۔

c. عربی عبارت میں موجود حروف کی تیسری قسم خالص خاموش حروف کی ہے۔ جو لکھے جاتے ہیں اور نظر تو آتے ہیں مگر قاری نے تمام علم وعقل تجربہ اور احتیاط سے ان کو پڑھنا نہیں ہوتا ہے۔ERA سسٹم اولاً ایسے تمام خاموش حروف کو دریافت کرتا ہے، پھر ان کو بغیر رنگ کے کھوکھلا اور خالی کر کے پرنٹ کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہر قاری مکمل اطمینان اور خوش رفتاری کے ساتھ ان خالی یا کھوکھلے اور بے رنگ WHITE حروف (اور اعراب) کو چھوڑتے ہوئے گذر جاتا ہے۔ نہ کوئی تذبذب نہ غلطی کا امکان۔

d. ابتدائی اسلامی عربی رسم الخط کی پیروی میں ERA کتابت کوئی علامات وقف استعمال نہیں کرتی۔ERA سسٹم پر علامت وقف کے موقع اور محل پر فائنل ادا کئے جانے والے مجموعی صوتی تاثر کو پہلے سے تعین کرتا ہے۔ پھر BLACK, GREEN , WHITE رنگوں کی مدد سے وہی مجموعی صوتی تاثر مکمل وضاحت سے ساتھ دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ قاری حضرات نہ تو علاماتِ وقف سیکھتے ہیں، نہ دیکھ پاتے ہیں، نہ فیصلہ جات کے ذمہ دار ہیں۔ نہ غلطی کرنے کے سزاوار ہیں۔ بلکہ جو دکھایا گیا ہے، وہ پڑھتے ہوئے بغیر تشویش اور پریشانی کے عمدہ تلاوت سناتے ہیں۔

e. ERA کتابت میں کچھ اور بھی نئی دلچسپیاں اور فوائد ہیں۔ انہیں آپ از خود دریافت کریں اور زیادہ خوشی حاصل کریں۔ پھر آپ کا من مانے تو ERA سسٹم کو اپنایئے اور 80 کروڑ غیر عرب مسلمانوں اور آئندہ ہونے والے نو مسلمانوں کے لئے ناظرہ قرآن اور آمین قرآن کو دلچسپ، آسان اور ممکن بنایئے۔

4- تن آسانی کے باوجود درستی اور روانی کسے پسند نہیں؟ ابتدائی سہولتوں کا مزہ اور فائدہ اور ہی ہوتا ہے۔ کم عمری میں اور تیز رفتاری سے آمین قرآن کس بچہ کو یا نو مسلم کو قبول نہیں؟ غور کریں تو یہ تمام توقعات ERA کتابت میں حاصل ہیں۔ صحیح مشک خود بولتا ہے۔ اسے کسی عطار کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ERA کتابت کی عملاً افادیت خود بخود بولتی ہے۔ اسے مؤلف کی تصدیق کی ضرورت نہ ہے۔

5- ERA TRANSLITERATION کا وجود جس قدر Resources اور Research کے بعد حاصل ہوا ہے۔ اسی قدر Results, Relaxation اور Rewards اس کے Users اٹھا رہے ہیں۔ ERA کتابت کی ایک اور خدمت قرآن شریف حفظ کرنے والوں کے لئے سائینسی اور عملی سہولتوں کا مہیا کرنا ہے۔ تعلیم اور عمر کے لحاظ سے ہر طبقہ کے افراد نے ERA Transliteration کو بے حد Friendly قرار دیا ہے۔

6- روایتی عربی اور رومن عربی رسم الخط کے مقابلہ میں ERA سسٹم نہایت تیزی سے اور نہایت کثرت سے رضاکار، تجربہ کار ٹیچرز تیار کرتا ہے۔ کچھ لوگ تو صبح کو ERA سسٹم کی شاگردی کرتے ہیں اور شام کو ERA قرآن سکھانے کے استاد بن جاتے ہیں۔ کئی بچے چند ERA سپارے پڑھ لینے کے بعد دیگر بچوں سے بلکہ اپنے والدین سے ان کے ذاتی قرآن کریم پر تلاوت سن لیتے ہیں اور غلطیاں نکال دیتے ہیں۔

7-　ERA کتابت پر تلاوت سیکھنے اور کرنے میں کسی نقصان کا احتمال نہیں، بلکہ برکت ہی برکت ہے۔ سالہا سال سے تلاوت کرنے والے افراد اگر اپنی تلاوت میں عدم اطمینان کا شکار ہیں، تو ERA کتابت کے ذریعہ اپنا اطمینان بلکہ اعتماد بحال کر سکتے ہیں۔ کینیڈا میں میرے جاننے والے تین بزر گوں نے 45-30 دن میں ERA قاعدہ پڑھا پھر 9-7 ماہ میں ERA قرآن کریم مکمل کیا اور آمین کر لی۔ ماشاء اللہ

8-　قرآن کریم سے محبت رکھنے والے اور اسے اس دنیا میں خدمت اور عزت دینے والے خواتین و حضرات و بچگان ERA کتابت کو وقت نکال کر دیکھیں بلکہ اس کی عملاً افادیت کو اپنے عزیزوں اور پیاروں کی موجودگی میں مل کر جانچیں اور پرکھیں۔ انشاء اللہ پھر آپ پوری دنیا میں ان تمام بے چین اور بے قرار روحوں کو، جو ایسی دوستانہ اور مفید عربی کتابت کا صدیوں سے انتظار کرتی چلی آرہی ہیں، ERA کی عالمی انقلابی عربی کتابت سے سیر اب اور فیض یاب کریں گے۔ خداوند کریم آپ کے ساتھ ہو اور آپ کے بچوں اور اگلی نسلوں کے ساتھ ہو۔ (آمین ثم آمین)

تمت بالخیر

مبارک احمد انصاری

سابق پروفیسر کیمسٹری پاکستان و حال استاد ناظرہ قرآن

کینیڈا

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اللہ تعالیٰ کی غائبانہ نصرت کا ایک ایمان افروز واقعہ

1974 میں جب پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف منظم سیاسی تحریک چلی جس کے نتیجہ میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ملک کے آئین میں تبدیلی کر کے یہ اضافہ کیا کہ احمدی آئین اور قانون کی رو سے not Muslims شمار کئے جائیں گے۔ بظاہر تو یہ فیصلہ مذہب کے نام پر سیاست کرنے والی جماعتوں کے اصرار پر کیا گیا تھا مگر ذوالفقار علی بھٹو کے قریبی ساتھی ڈاکٹر مبشر حسن کا بیان ہے کہ اس کے پیچھے سعودی عرب کے شاہ فیصل کا دباؤ تھا۔ ان دنوں بہت سے بیرونی ممالک میں رہنے والے پاکستانی origin کے مسلمان بھی احمدیوں کے خلاف زہر اگلنے میں مصروف تھے۔ خاکسار ان دنوں حکومت نائیجیریا کی سکوٹو سٹیٹ منسٹری میں تعیّنات تھا اور خدا کے فضل سے میرا سروس ریکارڈ اتنا اچھا تھا کہ میری محکمانہ پروموشن کی سفارش ہو چکی تھی۔ مگر بالکل غیر متوقع طور پر یکایک مجھے معلوم ہوا کہ میرا کنٹریکٹ terminate کر دیا گیا ہے اور مجھے واپس پاکستان جانا ہو گا۔

لازماً مجھے گھبراہٹ ہوئی اور میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھ دیا۔ ساتھ ہی میں نے اپنی مرحومہ اہلیہ کو بغیر تفصیل بتائے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ احمدیت کی وجہ سے کسی ابتلاء میں ڈالے تو کیا کرو گی۔ اس نے کہا اگر خدا کی خاطر کوئی تکلیف آتی ہے تو صبر اور دعا کے ساتھ برداشت کریں گے۔ پھر میں نے بتایا کہ میری ملازمت احمدی ہونے کی وجہ سے ختم کر دی گئی ہے۔ جس پر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ہم دونوں دعا میں لگ گئے۔

اس کے بعد میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اس فیصلہ کے پیچھے جسٹس حسن ہے جو اس وقت سکوٹو سٹیٹ ہائی کورٹ کا چیف جج تھا۔ اس کا تعلق مولوی ثناء اللہ کے شہر امرتسر سے تھا۔ وہ احمدیت کا سخت مخالف تھا۔ خاکسار اس وقت سکوٹو سٹیٹ کی ملازمت میں اکیلا احمدی تھا۔ مجھے کچھ عرصہ قبل میرے ایک پاکستانی دوست، جو چیف واٹر انجنیئر تھے، نے بتایا تھا کہ جسٹس حسن کہتا ہے کہ وہ مجھے نوکری سے نکلوا دے گا۔ مگر نہ میں نے، نہ میرے دوست نے اس وقت اس بات کو seriously لیا۔ جب میں نے کسی ذریعہ سے اپنی secret file دیکھی تو یہ بات کنفرم ہو گئی کہ ملازمت ختم کی جانے کی وجہ احمدیت ہی ہے۔ چنانچہ میں ایک روز شام کو حکومت کے وزیر انصاف کے گھر گیا۔ ان سے میری کوئی شناسائی تو نہ تھی مگر ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ شریف النفس آدمی ہیں۔ میں نے باہر سکیورٹی گارڈ کے ذریعہ ملاقات کی خواہش پہنچائی تو انہوں نے مجھے اندر بلا لیا۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ میرا کنٹریکٹ terminate کر دیا گیا ہے اور صرف اس لئے کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ تو وہ چند لمحے خاموش رہے اور پھر اٹھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔ اور پوچھا آپ احمدی ہیں۔ اور بتایا کہ میں خود احمدی ہوں میں دنیا دار ہوں اور کم ہمتی کی وجہ سے اپنا احمدی ہونا چھپا کر رکھتا ہوں اور کہا کہ اب تم بے فکر ہو جاؤ، اب یہ پرابلم تمہاری نہیں، میری ہے۔ میں کل ہی گورنر عثمان فاروق سے بات کروں گا۔ ان دنوں نائیجیریا میں military rule تھا اور گورنر بہت طاقتور عہدہ تھا۔ اگلے روز انہوں نے بتایا کہ گورنر صاحب نے chairman public service commission کو کہا ہے کہ ہم کسی قسم کی مذہبی تفریق برداشت نہیں کریں گے ہمیں لوگوں کے کام سے غرض ہے نہ کہ ان کے عقائد سے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرا مسئلہ تو چند روز میں معجزانہ طور پر غائب سے مدد کر کے حل فرما دیا اور خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی مختصر اطلاع کر دی اور بعد میں جب میں چھٹی پر پاکستان گیا تو حضو کی خدمت میں تمام تفصیل عرض کر دی۔

اب میں ان وزیر انصاف کے بارہ میں بھی تفصیل عرض کر دوں۔ ان کے احمدی ہونے کا واقعہ بھی ایمان افروز ہے۔ ان کا اسم گرامی Alhaji

Ahmadu Suka تھا۔اس واقعہ کے بعد ان سے میرا برادرانہ تعلق قائم ہو گیا۔اب میں ان کے احمدی ہونے کی کہانی ان کے اپنے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں۔انہوں نے بتایا:

"میرے والد برٹش آرمی میں کرنل تھے اور ان کی پوسٹنگ گھانا میں تھی۔گھانا میں ان کا تعارف ایک انڈین مولوی صاحب سے ہوا جن کا نام مولوی حکیم تھا(حضرت مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب)۔ایک روز میرے والد نے مولوی حکیم صاحب کی دعوت کی۔ ہم تین بھائی چھوٹے چھوٹے تھے اور ادھر ادھر کھیل رہے تھے۔ (مولوی حکیم صاحب کا نام لیتے ہی ان پر رقت طاری ہو جاتی،وہ چند لمحے خاموش ہو جاتے اور آنکھیں نم ہو جاتیں)۔مولوی حکیم صاحب نے ہمارے والد سے پوچھا یہ بچے کون سے سکول جاتے ہیں اور کون کون سی کلاس میں پڑھتے ہیں۔والد صاحب نے ان کو بتایا کہ یہ سکول نہیں جاتے کیونکہ سکول عیسائیوں کے ہیں اور وہ لوگ بچوں کو عیسائی بنا لیتے ہیں بلکہ نام بھی بدل دیتے ہیں،اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ میرے بچے عیسائی ہو جائیں۔اس پر مولوی حکیم صاحب نہ کہا یہ بات تو اچھی نہیں کہ بچے ان پڑھ رہ جائیں۔ان کو میرے پاس بھجوا دیا کریں،میں خود ان کو پڑھاؤں گا۔اس طرح ہم تینوں بھائیوں نے مولوی صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔کچھ عرصہ بعد ہمارے والد کی ٹرانسفر ہو گئی تو انہوں نے ہمیں مولوی حکیم صاحب کے سپرد کر دیا اور ہم ان ہی کے گھر میں رہنے لگے۔اب ہم مولوی صاحب کے گھر کے افراد تھے اور گھر کے بھیدی بن گئے۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ مولوی صاحب پیسے کہاں رکھتے ہیں۔ ہم نے کبھی کبھی تھوڑے تھوڑے پیسے چرانے شروع کر دئے اور مولوی صاحب کو پتہ بھی نہ چلا۔آہستہ آہستہ ہم دلیر ہوتے گئے اور ہم نے یہ سمجھ کر کہ مولوی صاحب کو کچھ معلوم نہیں ہوتا،چوری کی رقم بڑھانی شروع کر دی۔ مگر مولوی صاحب نے ہماری حرکات پر شک کر کے خفیہ طور پر ہماری نگرانی شروع کر دی حتیٰ کہ ہم پکڑے گئے۔تب مولوی صاحب نے ہمیں سامنے کھڑا کر کے چمڑے کی ایک چھڑی کے ساتھ اتنا مارا کہ ہمارے ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔اور پھر بعد میں خود ہی دوائی لگائی اور پٹیاں کیں۔اور ساتھ ساتھ ہمارے ساتھ روتے بھی جاتے تھے اور کہتے تھے میں تمہیں کیا بنانا چاہتا ہوں اور تم کیا بن رہے ہو۔(یہ بتاتے ہوئے الحاجی سوکا بہت جذباتی ہو جاتے اور اپنے آنسوؤں کو کنڑول نہیں کر سکتے تھے۔اور کہتے اگر مولوی صاحب ایسا نہ کرتے تو ہم چور ہوتے۔وہ بتایا کرتے تھے کہ جب نائیجیریا کی جماعت میں split ہوئی ان دنوں میں Lagos میں یونیورسٹی میں پڑھتا تھا اور مولوی صاحب کے گھر میں ہی رہتا تھا۔کہتے تھے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ 1955 میں علاج کے لئے یورپ تشریف لائے تھے تو میں ان دنوں آکسفورڈ میں LLM کر رہا تھا اور لندن میں حضور کی خدمت میں حاضر بھی ہوا تھا"

ان کی پہلی شادی اس وقت کے سلطان آف سوکوٹو الحاجی ابو بکر ثالث کی بیٹی سے ہوئی اور جب وہ فوت ہو گئی تو اسی سلطان نے اپنی دوسری بیٹی ان کے نکاح میں دے دی۔سلطان آف سوکوٹو سارے شمالی نائیجیریا مسلمانوں کے روحانی پیشوا ہیں،وہ حضرت عثمان بن فوزی کے جانشین ہیں اور امیر المومنین کہلاتے ہیں۔اڑھائی سو سال پہلے حضرت عثمان بن فوزی نے اس علاقہ میں ایک مسلمان سلطنت کی بنیاد رکھی تھی جس کے بعد Sokto Caliphate قائم ہوئی اور سلطان آف سوکوٹو ان کے خلیفہ ہیں۔

میں نے پہلے ذکر کیا تھا یہ تین بھائی تھے جنہوں نے ابتدائی تعلیم مولوی حکیم صاحب سے لی تھی۔جن دنوں کی میں بات کر رہا تھا ان دنوں ان میں سے ایک ہالینڈ میں اور دوسرا مصر میں نائیجیریا کا سفیر تھا۔

حمید احمد

مہدی علی قمر شہید ایک منفرد شاعر اور برگِ خیال

(از محمد اکرم ثاقب صاحب بر موقعہ رونمائی برگ خیال/بمقام فرینکفرٹ جرمنی)

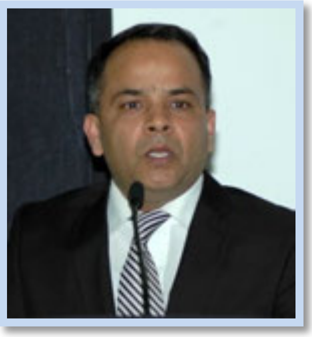

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ شعراء بہت اعلیٰ شعر کہنے کے ساتھ ساتھ کہیں نہ کہیں اپنے اشعار میں خانہ پُری کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے ہیں اور یہ طے کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ لکھنے والا اپنے کام میں کس قدر سنجیدہ ہے اور اس کی تحریر کس قدر پختہ ہے

کسی فرد کو اپنے مستقبل اور مقدر پر کبھی اختیار حاصل نہ ہو سکا اور ہمارے ہاں کہیں بھی حالات سدھرنے کا دور دور تک نشان دکھائی نہیں دیتا۔ ان حالات نے آج کے شاعر اور ادیب کے اندر شدید غصہ بھر دیا ہے اور معاشرتی ناانصافیوں، بے ضابطگیوں اور انسانیت سوز واقعات نے مزاحمت کو جنم دیا ہے۔ آج کا شاعر تذبذب کا شکار تو ہے ہی اس کے شعروں میں دکھ کے ریشوں کو بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے ایک مضمون میں (جو جناب انور مسعود کے بارے میں لکھا تھا) کہ انور مسعود کی مزاحیہ شاعری کو جو کہ لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرتی ہے اگر ان کے شعر کو مٹھی میں لے کر نچوڑا جائے تو سوائے چند آنسوؤں کے کچھ نہیں نکلے گا۔ آج کے شاعر میں معاشرے میں جبر اور ناانصافیوں کے خلاف لاوا بھرا ہوا ہے جو وہ اپنے الفاظ کے ذریعے باہر اگلنا چاہتا ہے۔ ان کے مقابلے میں مہدی علی شہید نے اپنی راہ خود متعین کی ہے۔ اظہار پر ان کی دسترس قابل رشک ہے، ان کی دھیمی آواز میں بھی چیخ سنائی دیتی ہے

آنکھوں میں ان کی اپنا جہاں ڈھونڈتے رہے قاتل کے ہاتھ پر ہم اماں ڈھونڈتے رہے

دھیما لہجہ اور سادہ الفاظ ان کے مصرعوں میں جمالیاتی اور فکری گہرائی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ قاری تک با آسانی پہنچ جاتے ہیں۔ خواب خود مہدی علی شہید کے خیال کے تعاقب میں جگنو پھول کانٹے اور آہیں دامن میں لئے اپنے حجرے سے نکل آتے تھے اور الفاظ کی پگڈنڈیوں پر اس کے شعر کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے تھے۔ شعر گوئی سے فوری توجہ حاصل کرنا انکا مقصد نہ تھا بلکہ وہ تو اپنے شکستہ دل اور ٹوٹے ارمانوں کو جوڑنے کی مسلسل کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی ان کے ہر شعر میں احساسِ زیاں خواہش اور انقلاب رواں دواں دکھائی دیتا تھا اور وہ داد و تحسین اور تعریف سے بالکل بے نیاز بھی دکھائی دیتے تھے۔

ڈاکٹر مہدی علی شہید آج ہم میں نہیں ہے لیکن میں مہدی علی کو اپنے دل کے آس پاس قریب تر یہیں کہیں محسوس کرتا رہتا ہوں کیونکہ شہید کبھی مرتا نہیں ہے۔ جس طرح مہدی علی شہید کی یاد ہر وقت دل میں رچی بسی رہتی ہے اسی طرح اسکی شاعری بھی۔۔۔۔۔۔

مہدی علی کی یادوں سے وابستہ اوراق پلٹتا ہوں تو گزرے زمانوں کے کئی صفحات پر اپنے ہی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تحریر نمایاں نظر آتی ہے

کہ بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور

اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہوں کہ شہید کا ایک اپنا درجہ ہے

خود ہی قاتل ہو خود مسیحا ہو زخم کا اندمال کیسا ہے

وہی ہجرت ہے وہی ہے بے چینی کیا بتاؤں یہ سال کیسا ہے

یعنی کہ مہدی علی کے دل میں کہیں کچھ ایسا موجود تھا کہ ہجرت میں یہ سال اس کے لئے بھاری ہے لیکن پھر بھی خدمت انسانیت سے سرشار وہ مجاھد میدان میں اُتر آیا۔ شام الم میں آس کے تاروں کے ساتھ ساتھ خورشیدیوں بجھا کہ سحر تک نہ ہو سکی اور سب جانتے ہیں کہ اس سحر سے کیا مراد تھی

مہدی علی شہید مرے بچپن کے دوست تھے۔ ٹی آئی پرائمری سکول سے ہائی سکول اور ٹی آئی کالج سے لے کر دار الرحمت منڈی کی کچی کرکٹ کی گراؤنڈ تک، پھر ہم دونوں اس کچی لیکن خوبصورت زمین پر چلتے چلتے پہلے ٹورنٹو اور پھر امریکہ کی پکی سڑکوں پر آنکلے، جہاں پہنچ کر بھی ہمارا دوستی کا رشتہ آخر تک قائم رہا۔ مہدی علی سے دوستی کی وجہ میرا اور شہید کا مشترکہ دوست مظفر احمد شہاب تھا جو آجکل جرمنی کے شہر ڈارم سٹڈ میں مقیم ہے۔ امریکہ میں کئی دفعہ اکٹھے مشاعرے پڑھنے کا موقع ملا۔ مہدی علی ادبی تنظیم مالا اور ٹی آئی کالج المنائی کے مستقل ممبر تھے، اسی دوران میں نے محسوس کیا کہ مہدی علی کی شاعری کی کتاب کو مرتب کیا جائے۔ جس کو میں نے مہدی علی کے بعد مولانا ہادی علی چودھری، ڈاکٹر محمد طاھر شہیر اور پروفیسر جنید کی سرپرستی میں مکمل کیا اور آج یہ کتاب برگِ خیال آپکے سامنے ہے۔

جناب ہادی علی صاحب نے اس کتاب کو اپنے خیال کی خوبصورت تتلیوں سے سجایا۔ امریکہ کے معروف شاعر اور ادیب صادق باجوہ صاحب نے اس کی پروف ریڈنگ کی۔ کئی وجوہات کی بنا پر کتاب پر پبلشنگ ادارے کا نام نہ لکھ سکا، ملک کے کئی نامور شعراء اور ادیبوں نے مضامین بھی لکھے جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے انہیں واپس کرنے پڑے۔ میرے پبلشر کو کئی ذرائع سے دھمکیاں بھی موصول ہوئیں، خیر یہ ایک لمبی داستان ہے

کتاب برگِ خیال مہدی علی شہید کی خواہش کے عین مطابق آپ کے سامنے ہے اور محض میرے مرشد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے، میں سرخرو ہو سکا

یوروپ کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا میں بھی برگ خیال کی تقریبات منعقد کی جا رہی ھیں، کتاب 142 صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں مرے مضمون کے علاوہ شہید کے استاد ماسٹر عمر حیات صاحب کا مضمون میرے گلشن تعلیم کا خوبصورت پھول اور جناب صادق باجوہ صاحب (امریکہ) کا مضمون برگ خیال کا شاعر بھی شامل ہے، کتاب میں حمد، نعت، غزلیں، نظمیں غرض ہر وہ چیز موجود ہے جو کتاب کو خوبصورت بنا سکتی ہے

آخر میں، میں تہہ دل سے آپ سب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ سب خواتین و حضرات یہاں تشریف لائے، ہر اس فرد کا ممنون ہوں جس کی تھوڑی سی بھی کاوش اس تقریب کو کامیاب بنانے میں شامل ہے

میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں پروفیسر شریف خان صاحب ٹی آئی کالج، المنائی امریکہ، راجہ ناصر صاحب چیف کوآرڈینیٹر ٹی آئی کالج المنائی امریکہ، ناصر جمیل صاحب، چیف کوآرڈینیٹر ادبی تنظیم مالا امریکہ، صادق باجوہ صاحب مالا امریکہ، پروفیسر حمید احمد چودھری صاحب ٹی آئی کالج المنائی جرمنی، افسانہ نگار اور ادیب وحید احمد قمر جرمنی، چوھدری حمید اللہ ظفر صاحب سیکرٹری اشاعت جرمنی اور انکی پوری ٹیم کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور خاص طور پر محترم امیر عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب اور جناب مولانا ہادی علی صاحب کا بھی شکریہ جو خاص طور پر اس تقریب کے لیئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی اجازت سے تشریف لائے۔

اکرم ثاقب

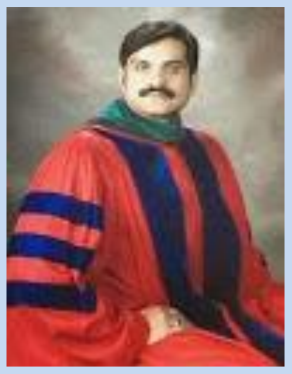

وہ چاند تاروں میں رہنے کی بات کہہ کے گیا

مہدی شہید کی پنجابی نظم کے تناظر میں

مسافتوں کی اور دُوری کی بات کہہ کے گیا
وہ چاند تاروں میں رہنے کی بات کہہ کے گیا

جس عارضی سی جدائی میں ہیں بقا کے ساماں
اب اِس جدائی کی ہے سر پہ رات کہہ کے گیا

کہا کہ پنچھی یہ اڑنا ہے فضاؤں میں اور
عرش پہ اترے گی میری بارات کہہ کے گیا

ہر مفلس کے غموں کے مداوے کے لئے
مدارتوں اور محبت کی بات کہہ کے گیا

وہ اپنے مولیٰ کے پیاروں کی شان و مدحت میں
الفت میں ڈوبی ہوئی مدہر بات کہہ کے گیا

وہ دشمنوں کی شکستوں کی بات کرتا تھا
شیطاں کو دیکھنا اب ہو گی مات، کہہ کے گیا

خوش تھا مگر غمِ تلاش یار میں رہا
غمِ الفت میں مگن خوشی کی بات کہہ کے گیا

لئے خلش سی دل میں گیا اور دکھی گیا
خوں دینِ حق کی خاطر بہہ کے گیا

جو مسیحا تھا وطن کے اپنے لوگوں کے لئے
انہی لوگوں کی گھاتوں کا وار سہہ کے گیا

حیراں ہوں عامر وہ اتنے دلوں میں رہ کے گیا
نبھائے رشتوں کے تقاضے اور سب سہہ کے گیا

عامر افتخار عامر

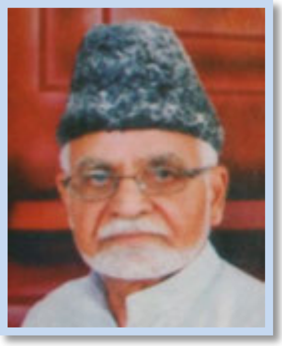

مہدی فرزند علی تیری اطاعت کو سلام

پسرِ فرزندِ تیرے جذبہء طاعت کو سلام
مرکزِ توحید میں جو پائی اُس شہادت کو سلام
تُو مسیحا تھا دُکھی انسانیت کا لا جرم
نوعِ انساں کے لئے پُر لگن خدمت کو سلام
کتنی دُور سے تھا آیا تُو دینے کو اپنا لہُو
تیرے استقلال تیری استقامت کو سلام
مہدیٔ دوراں کے خادم نام بھی مہدی ترا
مولیٰ کی اس ظاہری اور مخفی حِکمت کو سلام

ایک وقت ایک ہی دِن خادم و مخدُوم کا
مئی کی چھبیس کو یومِ رُخصت کو سلام
ارضِ ربوہ میں بہا ترا خُوں جو اس روز کو
نام مہدی کی اُسی برکت اور نجابت کو سلام
فخر ہے قبیلے کا تو اے مردِ خُوش خصال
حُسن سیرت اور تیرے حُسنِ صُورت کو سلام
زندگی بھر تُو رہا گلدستہء خُلقِ حسیں
چشمِ تَر اور تَر گلوں میں تیری میّت کو سلام

وار دی ہے جان تُونے احمدیت کے لئے
دِینِ حق سے تیری الفت اور عقیدت کو سلام
نام تھا مہدی قمر اور نام کی رکھی ہے لاج
تو آسمانِ طب پہ چمکا تیری عظمت کو سلام
ہے شہید قُربِ رب الوریٰ تیرا نصیب
جان دے کر پائی جو اس حق کی قُربت کو سلام
حق ادا تُونے کیا اس زندگی کا ہر طرح
جان راہِ مولیٰ میں دینے کی سعادت کو سلام

گولیاں کھا کر گیارہ سر تا پا رنگِ حِنا
پیارے بھائی! تیری اس انوکھی زینت کو سلام
چھین پائے نہ جو چہرے سے قاتل ترے
تری مُسکان سے مزیّن حسیں عادت کو سلام
لاڈلے بھائی! بھر جھولیاں رحمت سے ہر آن
اِس خُوشی میں بھیجیں ہم سب اسکی رحمت کو سلام
وہ تری جو شاہانہ لیکن مومنانہ تھی زندگی
فراست سے تھی پُر وہ اُس کی عظمت کو سلام

تیری قربانی نے بخشی خاندان کو آج جو
پیارے بھائی! اِس سعادت اور شہرت کو سلام
اِس خُوشی میں ہو گئے مرقد منور اور بھی
تُو نے دِی ماں باپ کو جو اُس عظمت کو سلام

رنگ لائے گا لہو جو ارضِ ربوہ میں بہا
تھیں اور بھی قربانیاں اس خاندان کی
رو رہے ہیں پیارے بھائی دِل تمھاری یاد میں
جان لیوا غم شہیدا! تیرے جانے کا مگر
حامِلِ خُلقِ حسیں تُو اِیک مردِ بے مثال
آنسوؤں کے درمیاں ہے کسقدر مسرور دل

اے خانوادہء علی تیری ہِمت کو سلام
لیک تیری اِس عظیم الشان شرکت کو سلام
صد خلوصِ دل سے تیری شان و شوکت کو سلام
تیری قربانی تِری جُرأت شجاعت کو سلام
پیکرِ صد حُسن و احساں اِس وجاہت کو سلام
تُو نے رب سے جو نبھائی اُس محبت کو سلام

میرے آقا نے کہے خطبہ میں جو کلماتِ خیر
پیارے آقا نے جو رکھا ہے ہمارے زخم پر
تُو نے اپنی اس جنم بھومی کو بخشا جو لہو
روزِ محشر عادلِ مطلق ہاں پُوچھے گا اُنہیں

تیری اِس خُوش قسمتی کو اور سعادت کو سلام
آج اُس مرہم کو اور اس کی حذاقت کو سلام
اُس کی جانب سے ترے خُونِ شہادت کو سلام
ظالموں کو عرش کی ہاں اُس عدالت کو سلام

ہے نسیمؔ بے نوا کی تیرے حق میں یہ دُعا
رحمتوں کی بارشوں میں تُو رہے بھائی سدا

(نسیم چودھری) محمد افتخار احمد چودھری ربوہ

بِسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیم نَحمدہٗ وَنصلی علیٰ رسولہِ الکریم وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترم عبدالرزاق صاحب

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے نہایت پیارے بھائی اور تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم مکرم محترم عبد الرزاق صاحب کی ہمبرگ میں رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہیں۔مکرم عبدالرزاق مرحوم بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے۔وہ نہایت صاف گو اور جرات مند انسان تھے۔اپنے طالب علمی کے زمانہ میں وہ تعلیم الاسلام کالج کی باسکٹ بال ٹیم کے اعلیٰ کھلاڑیوں میں سے تھے۔ اس وجہ سے اور اپنی دیگر صفات کی بدولت وہ اپنے ہم عصر طلباء میں نہایت ہر دلعزیز تھے۔

صدمہ کے اس موقع پر ہم ان کی اہلیہ،ان کے بچگان،ان کے بہن بھائیوں اور ان کے خاندان کے تمام دیگر پسماندگان کی خدمت میں اس صدمہ پر دِلی تعزیّت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے ۔آمین یا ارحم الراحمین

ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری

صدر۔تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

مکرم ملک سلیم احمد ناصرؔ صاحب ایڈووکیٹ کا ذکرِ خیر

کیا کیا ہمیں یاد آیا جب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

از قلم منیر احمد باجوہ۔ ہیمبرگ۔ جرمنی

دنیا ایک عارضی ٹھکانہ ہے۔اور یہ اٹل حقیقت ہے کہ ہر انسان کو اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔اس کی گزری ہوئی زندگی کی حسین گھڑیاں اور نیک یادیں اس کیلئے قیمتی سرمایہ کا رنگ رکھتی ہیں جب وہ اس کی مغفرت اور بلندیء درجات کیلئے رب رحیم کے حضور دعاؤں میں ڈھلنے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔چند روز قبل مکرم ملک سلیم احمد ناصرؔ صاحب امریکہ میں وفات پاگئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔لگ بھگ ساٹھ کی دہائی کا ابتدائیہ ہی تھا جب ہم ربوہ چھٹی ساتویں جماعت میں ٹی آئی ہائی سکول میں داخل ہوئے اُس وقت بڑوں، بزرگوں کی زبانی سنا کرتے تھے کہ ایک لڑکا مولوی ظہور حسین صاحب کا چنیوٹ وکالت کیلئے جاتا ہے۔اس کا نام سلیم ناصرؔ ہے۔ ہمیں اُن دنوں نہ وکیل نہ وکالت سے کوئی دلچسپی۔ بھلا سلیم صاحب سے کیا ملنا ملانا۔۔؟ سلیم صاحب تو ہم سے عمر میں بھی بہت بڑے تھے۔البتہ ہم آپکے والد حضرت مولانا ظہور حسین صاحب کو جانتے تھے اور اکثر و بیشتر اپنے بزرگوں کے ہمراہ اُن کی نیک صحبت سے فیضیاب ہوتے۔آگے بڑھ کر اُن سے سرِ راہ مصافحہ کرتے اور دعا کیلئے عرض کرنے کی توفیق پاتے۔

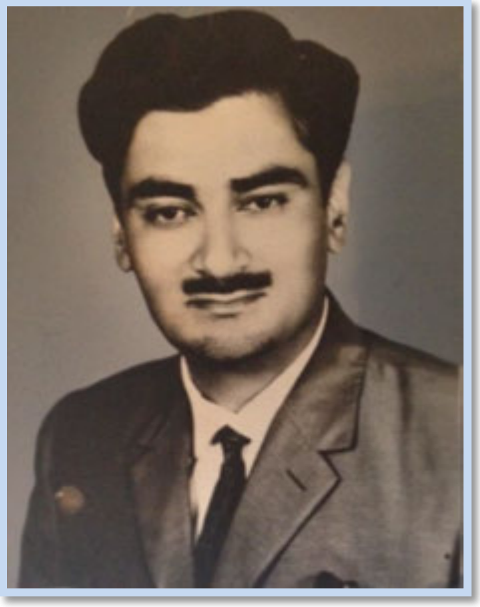

مکرم سلیم صاحب چنیوٹ بار ایسوسی ایشن کے ابتدائی اور بانی ممبران میں سے تھے۔آپ بہت تھوڑا عرصہ یا شائد گنتی کے چند سال چنیوٹ میں بطور وکیل پریکٹس کر کے امریکہ شفٹ ہوگئے۔اور وہیں رچ بس گئے۔آپ نے جتنا عرصہ بھی چنیوٹ میں گزارا نہایت اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی کے ساتھ نفاست، ہمدردیِ خلق، سچائی اور انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بناتے ہوئے گزارا۔اپنے رفقائے کار کے ساتھ محبت و پیار کا وہ سلوک روا رکھا کہ زائد از نصف صدی گزر جانے کے باوجود وہ عقیدہ اور مذہب سے بے نیاز ہو کر آپکو اسطرح یاد کرتے جیسے کوئی سرِ راہ آنکھیں بچھائے اپنے بچھڑے ہوئے نہایت ہی پیارے کی راہ تک رہا ہو۔اور ہر راہگیر سے اُس کی عافیت دریافت کر کے اپنے ہجر کا درماں کر رہا ہو۔اس بات کا مجھے اسوقت تجربہ ہوا جب میں کئی سالوں کے بعد جرمنی سے پاکستان گیا تو میں حیران رہ گیا کہ وہاں کے پرانے بزرگ وکلاء مجھ سے مکرم سلیم ناصرؔ صاحب کی خیریت پوچھتے کہ ان کا کبھی سنا ہو کہ کیا حال ہے؟ میں عرض کرتا کہ میں تو جرمنی میں رہتا ہوں اور وہ امریکہ ہوتے ہیں۔وہ کہتے کہ ہاں ہم جانتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ سے کہیں انکی ملاقات ہوئی ہو۔وہ بے حد نفیس مزاج انسان تھے۔ہمارے ساتھ انہوں نے بہت اچھا وقت گزارا ہے ہمیں وہ بہت یاد آتے ہیں۔بخوفِ طوالت میں اُن تمام کے نام یہاں تحریر نہیں کرتا۔اُن میں

سے غالب اکثریت غیر از جماعت وکلاء کی تھی جو بار ایسوسی ایشن کے سابقہ صدور رہ چکے تھے۔اُن میں سے بہت سے ہیں جو اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن جب تک وہ زندہ رہے مکرم سلیم ناصرؔ صاحب کو بڑی محبت سے یاد کرتے رہے۔ وکالت کا پیشہ پاکستان میں مشہور ہے کہ اس میں جھوٹ اور دروغگوئی بہت ہے۔ سچ کا انحطاط اور غلط بیانی کی بہتات ہے۔ لیکن الحمدللہ کہ ہمارے آئمہ کرام نے افراد جماعت کی اس رنگ میں تربیت فرمائی ہے کہ ہر میدان میں ان کے اعلیٰ نمونے دوسروں کیلئے کرامت ہوتے ہیں۔وکالت کے میدان میں احمدی وکلاء اپنی اپنی جگہ پر اعلیٰ کردار کیوجہ سے جگمگاتے ہوئے روشن مینار ہیں۔ جو آج اس دنیا میں موجود ہیں وہ اس شمع کو اپنے اپنے مقام پر فروزاں کیے ہوئے ہیں اور جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں ان کے بلند مقامات کو چھونے کیلئے میری کم مائیگی کے بس میں نہیں کہ ان کے تذکرے تک رسائی حاصل کر سکے۔ وہ وکالت کے ساتھ ساتھ خدمتِ دین اور بزرگی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اکثر و بیشتر اُن میں سے امرائے ضلع کے طور پر اہم ذمہ داریاں نبھاتے تھے اور اُن کی رسائی بلاشبہ ربِ دوجہان تک تھی۔ اُن کی زاریوں اور دعاؤں کا رنگ ہی نرالا تھا۔ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب اپنی والدہ صاحبہ کی مبشر رویا کے مطابق کہ۔

ہوگا چیف جسٹس ظفراللہ خان نصراللہ خان کا بیٹا* آپ نہ صرف ایک ملک، قوم یا قبیلہ کے چیف جسٹس بنے بلکہ کرہ ارض پر بسنے والی تمام اقوام عالم کے چیف جسٹس بنے اقوام عالم قیامت تک آپ کے زیر بارِ احسان رہیں گی۔ آپ معمار پاکستان تھے۔ قائداعظم نے ایک دفعہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ گویا میں اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔

on August 05, 2014 MARVI SIRMED in (The Nation) writes, After Pakistan came into being, the Quaid-e-Azam Mohammad Ali Jinnah (he would have liked to be addressed as Mr. Jinnah, thats how I'd prefer to call him), appointed Sir Chaudhry Zafarullah Khan as the first Foreign Minister of the newly born country. Besides being a prominent Ahmadi scholar, Sir Khan was a statesman, a diplomat and an international jurist par excellence. Ironically, there is almost a consensus amongst the historians that Sir Khan was the drafter of the Lahore Resolution in 1940, which later came to be known as the Pakistan Resolution, as it is thought to be the basis of the demand for Pakistan the country where Ahmadis are being persecuted and killed for their faith.Not that there was no anxiety amongst the pious of the time on this appointment, but it certainly did not occur to anyone at the time to kill Sir Zafarullah Khan or burn his house. After Mr. Jinnah left the mortal world, right wing elements led by the Ahrar and Jamaat-e-Islami (both against the creation of Pakistan and Mr. Jinnah, lest we forget) whipped up people religious emotions against Ahmadis.

حضرت چوہدری محمد ظفراللہؓ خان صاحب کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ایک ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ

آئندہ ہزار سال تک نسلیں آپکے کارناموں پر فخر کریں گی حضرت چوہدری محمد ظفراللہؓ خان صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ نے کامیابیوں کی اسقدر بلندیاں کیسے حاصل کیں؟ ان میں کیا راز ہے؟ آپ نے فرمایا۔

میں نے خلافت کی کامل اطاعت کی ہے

حضرت شیخ محمد احمد مظہرؔ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم امیر جماعت فیصل آباد۔ آپ علم کا سمندر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف منن الرحمٰن میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے (ام الالسنہ) اس کی تحقیق و تعمیل میں حضرت شیخ مظہر صاحب نے یکا و تنہا وہ کار

ہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں کہ بڑے بڑے ادارے بھی حوصلہ ہار بیٹھتے۔آپ 1974ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی راہنمائی میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں جانے والے وفد کے ممبر تھے۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا،امیر جماعتہائے صوبہ پنجاب۔ آپ بار ایسو سی ایشن میں واحد شخصیت تھے جن کی سچائی اور عظمتِ کردار کیوجہ سے بلا شبہ اپنوں، بیگانوں، وکیلوں اور عدالتوں میں بے حد احترام کیا جاتا تھا۔آپکے کلرک (منشی) میاں ذوالفقار علی ننگیانہ (غیر احمدی) بزرگ تھے۔انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ کافی عرصہ گزر گیااور ہمارے پاس کوئی کیس نہ آیا۔ایکدن ایک پارٹی آئی اور مرزا صاحب کو کہنے لگی کہ ہم نے اپنے کیس میں آپ کو وکیل کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے کیس لے لیا۔کاغذات مکمل کروائے۔وہ مؤکل فیس وغیرہ دے کر بس اڈہ کی جانب روانہ ہوگئے۔کاغذات کی جانچ پڑتال کرتے ہوئے مرزا صاحب کے علم میں آیا کہ یہ فریق تو جھوٹا مقدمہ لیکر آیا ہے اور سراسر زیادتی کر رہا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے مجھے اُن کے پیچھے دوڑایا کہ جلد اُن کو واپس بلاؤ۔ میں بس اڈہ سے ان کو لے آیا۔ مرزا صاحب نے اُن کے کاغذات اور فیس واپس کرتے ہوئے کہا کہ میں آپکا یہ جھوٹا کیس ہر گز نہیں لڑ سکتا۔آپ جانیں اور آپکا کیس۔ بار روم میں بیٹھے تمام وکلاء بھی مرزا صاحب کی حق گوئی اور اعلیٰ کردار کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ منشی صاحب آگے بیان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی جیب سے کچھ رقم نکالی اور مجھے دیتے ہوئے کہا کہ یہ اس کیس میں سے آپکا منشیانہ (حصہ) بنتا ہے آپ لے لیں۔آپ کیوں محروم رہیں؟1974ء میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ حنیف رامے صاحب سرگودھا کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔اور پولیس کی بھاری نفری شہر میں تعینات تھی۔ عین اسی وقت احمدیت کے مخالفین کا جلوس نکلا جس نے احمدیوں کے گھروں کو لوٹنا اور جلانا شروع کر دیا۔ مرزا صاحب کے گھر پر بھی بلوائیوں نے حملہ کر دیااور آپ کا سامان گھر سے نکال کر توڑنے پھوڑنے لگے۔اس پر مرزا صاحب برآمدے میں ٹہلتے درود شریف پڑھتے رہے اور ساتھ ساتھ ان حملہ آوروں کو کہتے رہے کہ اس سامان کو توڑو نہیں بلکہ اسی طرح اپنے ساتھ لے جاؤتا کہ تمہارے استعمال میں آسکے۔دوسری طرف ہمارے ایک اور وکیل مکرم برکت اللہ منگلا صاحب (شہید) اپنے گھر کی حفاظت کی کوشش کرتے رہے۔ان ہنگاموں کے بعد ربوہ میں عدالت بن گئی۔کچھ عرصہ کے بعد سرگودھا کے ایک نامور غیر احمدی وکیل سید احسان قادر شاہ صاحب جو بھٹو کیس میں بھی لاہور ہائی کورٹ میں پیش ہوتے رہے ہیں ربوہ عدالت میں کیس کے سلسلہ میں آئے اور ذکر چل نکلا سرگودھا کے ہنگاموں کا۔فرمانے لگے کہ میں حیران ہوں مرزا صاحب کے اس فعل پر کہ انہیں اپنے سامان کا ذرا بھی درد نہیں تھا بڑی فراخدلی سے حملہ آوروں کو مشورہ دے رہے تھے کہ اسے توڑو نہیں اپنے ساتھ لے جاؤ آپ کے کام آئیگا اور دوسری طرف منگلا صاحب کا اپنے گھر کو بچانے کا رول تھا۔! فرمانے لگے کہ میں آج تک یہ سمجھ نہیں سکا کہ کل کو مؤرخ جب تاریخ لکھے گا تو مرزا صاحب اور منگلا صاحب میں سے کس کے کردار کو احسن قرار دیگا؟ میں نے عرض کیا کہ اگر مؤرخ دیانتدار ہوگا تو وہ دونوں کے کردار کے اس مرکزی محور کو سامنے رکھے گا کہ ۔

وفا تجھ سے میری شہرت، نہیں برعکس ہے قصہ ۔۔۔ تیری ہستی تو مجھ سے ہے نہ میں ہوتا نہ تُو ہوتی

فقہ احمدیہ کی تدوین جیسا کٹھن کارنامہ بھی انہی بزرگ وکلاء کے ہاتھوں انجام پایا۔ جس کی روشنی میں قضاء کے فیصلے ہوتے ہیں۔اسی طرح شیخوپورہ کے امیر مکرم چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ مرحوم اور بہاولنگر کے امیر مکرم رانا محمد خان صاحب ایڈووکیٹ مرحوم۔ مکرم سی اے رحمٰن صاحب ایڈووکیٹ مرحوم امیر جماعت گوجرانوالہ، سابق صدر دارالقضاء ربوہ۔ مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ مرحوم ریٹائرڈ سیشن جج۔ مکرم چوہدری اعظم علی بٹر صاحب مرحوم ریٹائرڈ سیشن جج۔ مکرم چوہدری اسداللہ خان صاحب مرحوم بیرسٹر، امیر جماعت لاہور۔ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم جج ہائی کورٹ و امیر جماعت لاہور۔ مکرم خواجہ سرفراز احمد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم۔ مکرم وحید سلیم صاحب مرحوم ایڈووکیٹ لاہور۔ مکرم چوہدری

محمد اسلم باجوہ صاحب مرحوم ایڈووکیٹ سرگودھا۔مکرم میاں عبدالسمیع صاحب نون مرحوم ایڈووکیٹ سرگودہا۔اور دیگر ایڈووکیٹ صاحبان نہایت اعلیٰ کردار کے مثالی وجود تھے۔

احمدی وکلاء کی خدمات دینیہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اسقدر مقبول ٹھہریں کہ بعض ان میں سے شہادت کے رتبے سے نوازے گئے۔ان میں مکرم چوہدری اعجاز نصراللہ خان صاحب شہید لاہور۔مکرم شیخ منیر احمد صاحب شہید لاہور۔مکرم برکت اللہ منگلا صاحب شہید سرگودھا۔مکرم میاں اقبال احمد صاحب شہید راجن پور۔مکرم عتیق احمد باجوہ صاحب شہید وہاڑی۔

خاکسار نے صرف مرحومین اور شہداء میں سے چند ایک احمدی وکلاء کا ذکر کیا ہے۔میری طاقت سے باہر ہے کہ میں ایسے تمام بلند کردار احمدی وکلاء کا ذکر کر سکوں اور نہ ہی میرے مضمون کا یہ موضوع ہے۔وکالت کا پیشہ ان وجودوں پر ہمیشہ ناز کرتا رہیگا کہ ایسے درخشندہ ستاروں نے اس میدان میں اترنا قبول کیا۔

مکرم سلیم ناصرؔ صاحب چونکہ خود وکیل تھے اور بار ایسوسی ایشن چنیوٹ میں انہوں نے نیک نام کمایا تھا اس لئے اُن کی یاد سے اس میدان کے ستاروں کی جگمگاہٹ سامنے ابھرتی گئی اور۔

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا بلبلیں سن کر میرے نالے غزل خواں ہو گئیں

مکرم سلیم ناصرؔ صاحب ایک عظیم فدائی، جانثار، خلافت کے عشق میں ڈوبے ہوئے باپ حضرت مولانا ظہور حسین صاحب مجاہد روس و بخارا کے بیٹے تھے۔دنیائے احمدیت کو رہتی دنیا تک حضرت مولانا پر فخر رہے گا۔حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت میں تبلیغ کیلئے روس چلے گئے۔روسی حکومت نے انگریزوں کا جاسوس سمجھ کر قید کر لیا اور آپ پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑ دیے۔آپکی چال ڈھال تبدیل کر کے رکھ دی۔آپ اپنی بقیہ ساری زندگی سیدھے ہو کر چل نہیں سکے۔لیکن آفرین ہے خلفائے احمدیت کے اس عاشق زار اور وفا کے پُتلے پر جس نے ظلم کا ہر وار سہنے کے بعد اَحد اَحد کی ہی صدا بلند کی اور حق و صداقت سے ذرہ برابر بھی پیچھے نہیں ہٹا۔آپ بندی خانہ میں بھی اپنے ہمراہی قیدیوں کو کامیابی سے احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے کہ آج دنیا میں سچا امام وہی ہے جس کی میں نے بیعت کی ہے۔وہ لوگ آپ کی بزرگی، عبادات اور نیک نمونہ کو دیکھ کر آپکو شیخ (بزرگ) سمجھتے اور کہتے کہ آپ بذاتِ خود بہت بڑے شیخ ہیں۔آپ کو کسی اور (شیخ امام) کی بیعت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آپ سے بڑھ کر بھی کوئی اور شیخ ہو سکتا ہے؟ اس پر آپ فرماتے کہ آپ جو مجھے اتنا بڑا شیخ کہتے ہو۔میرے شیخ (امام) کے عالی مقام و مرتبہ کے مقابل پر میری حیثیت یہ ہے کہ۔

میرا شیخ ایک باغ ہے اور میں ایک پتا ہوں، وہ ایک سمندر ہے اور میں ایک قطرہ ہوں *

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایسے ہی جانثاروں کے متعلق فرمایا تھا کہ۔

"میرے پاس ایسے خدام ہیں کہ اگر میں اُن کو حکم دوں کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرادو تو وہ گرانے کے لئے تیار ہیں۔اگر میں انہیں شُعلہ زن آگ کے تندور میں چھلانگ لگانے کو کہوں تو وہ لگادیتے۔اگر میں انہیں ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں کودنے کو کہوں تو وہ اپنے آپ کو سمندر کی لہروں کے سپرد کر دیں۔اور اگر اسلام میں خودکشی حرام نہ ہوتی تو میں ایک سو نوجوانوں کو حکم دیتا تو وہ اسی وقت اپنے پیٹوں میں خنجر مار کر ہلاک ہو جاتے"

(الفضل انٹرنیشنل 27 فروری تا یکم مارچ 2007 ص3)

ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مولانا موصوف کا زمانہ پایا انہیں ربوہ میں دیکھا۔اُن کی خدمت میں ملاقات کیلئے حاضر ہوتے۔دعا کیلئے عرض کرتے۔ ہم تو بہت چھوٹے تھے البتہ اپنے بزرگوں کی موجودگی میں اُن (یوسفِ زندانی) سے قید و بند میں ڈھائے جانے والے مظالم کی درد بھری داستانیں سنتے۔وہ ملاقاتیوں کے بصد اصرار پر اپنا کُرتا اٹھا کر تشدد سے داغدار بدن کے حصے دکھاتے۔وہ دردناک کیفیت اظہار و بیان سے باہر ہے۔عمر بھر سیدھے ہو کر چل نہیں سکتے تھے۔گھر سے باہر نکلتے وقت ہمیشہ سائیکل ساتھ لیتے۔راستے میں کہیں کوئی پتھر یا نالی کی پُلی میسر آجاتی تو اس پر پاؤں رکھ کر اس کی ٹیک سے سائیکل پر سوار ہو جاتے نہیں تو سائیکل کو ہاتھ میں ہی پکڑے اپنے ہمراہ کر لیتے۔اس کے سہارے اپنے چلنے کی دشواری کو کم کر لیتے۔ہائی سکول کے قریب آپکا گھر تھا وہاں سے گولبازار، مسجد مبارک، قصرِ خلافت اور پھر گھر کو واپسی۔اکثر و بیشتر انہی راستوں پر آپکی زیارت ہوتی تھی۔یہ وہ خدا رسیدہ بزرگ تھے جو دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس دنیا کے نہیں تھے۔چلتے پھرتے جن کے ہونٹ ذکرِ الٰہی اور آیاتِ قرآنی کے وِرد سے تر رہتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔کہ:

"لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآنِ شریف کے اتباع سے برکاتِ الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام انکے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات انکے منہ سے نکلتے ہی ایک قوی توکل انکو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین انکو دیا جاتا ہے اور ایک لذت محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔دنیا اُن سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں۔خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ انکی سنتا ہے۔جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور انکی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے"

(روحانی خزائن جلد 2 سرمہ چشم آریہ ص 79)

آپ مسجد مبارک میں روزوں میں قرآن کریم کا درس دیتے۔دقیق نکات اور معارف بیان کرتے۔ مضمون بیان کرتے وقت کثرت سے بر محل شعر پڑھ کر سامعین پر وجد طاری کر دیتے تھے۔اکثر فرماتے کہ قرآن کریم سے مجھے یوں تو بہت محبت ہے لیکن ابتدا سے ہی مجھے سورۃ یوسف بہت پیاری لگتی تھی۔شاید مجھ پر بھی سنت یوسفی کے تحت اسیری اور قید و بند کا زمانہ آنے والا تھا۔سورۃ یوسف کے حوالہ سے حضرت مولانا غلام رسولؓ صاحب راجیکی حیات قدسی کے حصہ پنجم صفحہ نمبر 100 پر اس امر کا ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ صاحب جب بیرسٹری کی تعلیم کیلئے لندن جانے لگے تو حضرت خلیفتہ المسیح الاولؓ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ آپ لندن جا رہے ہیں۔لندن شہر دنیا کی زیب و زینت کے اعتبار سے مصر سے بھی بڑھ کر ہے۔آپ ہر صبح سورۃ یوسف کی تلاوت کرتے رہنا۔لندن کے قیام کے دوران حضرت چوہدریؓ صاحب اس نصیحت پر عمل کرتے رہے۔اُن دنوں خواجہ کمال الدین صاحب ووکنگ مسجد میں تھے۔انہوں نے لندن سے حضرت چوہدریؓ صاحب کے والد صاحب کو خط لکھا کہ لندن شہر زیب و زینت اور دلکشی میں اس وقت مصر سے بڑھا ہوا ہے۔لیکن چوہدری ظفر اللہ خان صاحب اس میں حضرت یوسفؑ کی طرح تقویٰ اور طہارت کا نمونہ پیش

کر رہے ہیں۔ حضرت مولوی راجیکیؓ صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری نصراللہ خانصاحبؓ کوٹھی کے برآمدے میں کھڑے قرآن کریم سے سورۃ یوسف کی تلاوت کر رہے ہیں۔اور بلند آواز سے کہہ رہے ہیں۔

" میرا یوسف، میرا یوسف "اور اشارہ اپنے صاحبزادہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہؓ خانصاحب کی طرف کرتے ہیں.اس رویا سے میں نے جناب چوہدریؓ صاحب کو اطلاع دے دی تھی۔آج کے دور میں تو لگتا ہے کہ سورۃ یوسف ہے ہی احمدیوں کیلئے کیونکہ دنیا کے پردہ پر بغیر کسی مفاد ولالچ کے خالصتاً راہِ مولیٰ میں اسیر ہونے والا احمدی ہی ہے۔ہمارے دو پیارے آئمہ کرام کو قبل از خلافت سنتِ یوسفی کے مطابق یہ شان عطا ہوئی تھی۔حضرت صاحبزادہ عبدالطیفؓ شہید کابل کو جب سنگسار کرنے کیلئے کمر تک گڑھے میں اتار لیا گیا اور سنگ باری کا عمل شروع ہونے لگا تو بادشاہ نے آگے بڑھ کر آپ سے نہایت رازداری میں احمدیت سے توبہ کرنے کی التجا کی کہ اس کے نتیجہ میں میں تمہیں موت سے بچالوں گا لیکن آپؓ نے کمال صدق کا نمونہ دکھاتے ہوئے اسے رد کر دیا اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی کامل سپرداری میں دیتے ہوئے زندگی کے آخری لمحوں میں یہ دعا پڑھی انت ولیّٖ فی الدنیا والآخرۃ، توفّنی مسلماً وّالحقنی بالصّٰلحین۔ ترجمہ۔تُو دنیا اور آخرت میں میرا دوست ہے۔مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زُمرہ میں شامل کر۔یہ دعا بھی سورۃ یوسف کی ہی آیت نمبر 102 ہے۔

سالوں بیت گئے یہاں جلسہ پر سلیم ناصرؔ صاحب سے غائبانہ تعارف کی بنا پر کھڑے کھڑے چند لمحوں کی ملاقات ہوئی میں نے چنیوٹ وکلاء کی چاہتوں اور نیک تمناؤں کا ذکر کیا تو بے حد اپنائیت اور جاذبیت سے مجھے گلے لگا لیا۔ان کے حُسنِ اخلاق کی خوشبو میرے روح وبدن میں سرایت کر گئی۔میں اُن سے عمر، مرتبے اور کم مائیگی کے باعث کہیں چھوٹا تھا لیکن ان کی عظمت تھی کہ اس کے باوجود مجھے بے پناہ پیار سے ملے۔وہ دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اُن کی پیار بھری یادیں ہمارے دل میں موجزن ہیں۔زندگی میں یہ میری اُن سے پہلی ملاقات تھی اور یہی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اپنی بے پایاں بخشش کی چادر میں لپیٹ لے،اور اپنے پیاروں کے ساتھ رکھے۔ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔آپکے چھوٹے بھائی مکرم الحاج ملک کریم احمد ظفرؔ صاحب ہمارے ہم مکتب تھے۔سال آگے یا ایک کلاس پیچھے۔لیکن آپ سے اتنی جانفذری نہیں تھی۔البتہ آپ کے دوسرے بھائی مکرم ملک نعیم احمد صاحب سے شاگردی کا رشتہ رہا ہے۔جب آپ بی ایس سی کا امتحان دیکر ریزلٹ کے انتظار میں تھوڑے عرصہ کیلئے ٹی آئی ہائی سکول میں استاد مقرر ہوئے۔یہ وہ دور تھا جب مکرم میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ہماری کلاس میں ماورائے نصاب ان کے غیر نصابی مشاغل از قسم بیت بازی وغیرہ زیادہ ہوتے تھے۔آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک اور اپنے شاگردوں میں بہت ہر دلعزیز استاد تھے۔بہت سال بعد 1986 میں مجھے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا۔جمعہ کی نماز پر مسجد میں ان سے ملاقات ہو گئی۔تعارف ہوتے ہی فوراً پہچان گئے بڑی بشاشت قلبی سے ملے۔سکول کے زمانے کی یادوں کے جہانوں کے جہان کھلتے چلے گئے۔اللہ تعالیٰ آپکی صحت اور عمر میں برکت دے۔اوران سب کو نسل در نسل اپنے عظیم بزرگ باپ کی نیکیوں اور خوبیوں کا وارث بنائے۔

محترم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد مرحوم

خاکسار کی خوش قسمتی ہے کہ ایک نہایت ہی قابل احترام استاد اور محسن، جن کا قریباً بارہ سال مجھے رفیقِ کار ہونے کا اعزاز اور پھر عمر بھر ان سے دوستی کا شرف حاصل رہا انکی ذات گرامی کے متعلق کچھ لکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ محترم شیخ محبوب عالم خالد مرحوم کے کردار کا خاکہ اگر میں خلاصۃً بیان کروں تو پورے صدقِ دل اور دیانتداری سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ صحابی تو نہ تھے مگر اصحاب احمد کے رنگ میں پورے طور پر رنگین تھے۔ وہ ایک متقی، عبادت گزار، متوکل، حد درجہ محنتی، دیانتدار، مخلص اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے اور شکر کرنے والے انسان تھے۔ خلفاء سلسلہ سے محبت تو ہر احمدی کے ایمان کا حصہ ہوتا ہے مگر انہیں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ کی ذات سے ایک گہرا ذاتی عشق کا تعلق تھا اور یہ تعلق یکطرفہ نہ تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ کالج کے پرنسپل تھے تو جہاں تک میں جانتا ہوں صرف خالد صاحب تھے جنہیں حضور رحمہ اللہ تم کہہ کر پکارتے تھے باقی تمام چھوٹے بڑوں کو آپ کہہ کر بلاتے۔ اس کی وجہ دونوں کی آپس میں دوستانہ بے تکلفی تھی۔ باوجود اِس کے کہ ہماری عمروں میں بہت فرق تھا یہ انہی کی شفقت تھی کہ مجھ سے اپنی کئی نجی باتیں بھی share کر لیتے۔ ہم نے دیکھا کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ کالج کے پرنسپل تھے تو بعض اوقات محترم خالد صاحب ان سے رُوٹھ بھی جاتے تھے اور حضور رحمہ اللہ خود انکی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو منا بھی لیا کرتے تھے۔ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب خالد صاحب کے ناز نخرے خوب برداشت کرتے ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے حضور رحمہ اللہ کی تعیناتی جہاں بھی ہوئی حضور رحمہ اللہ نے محترم خالد صاحب کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ جب حضور رحمہ اللہ آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو ان کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مدرسہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر فرمایا محترم خالد صاحب ساتھ تھے۔ تعلیم الاسلام کالج کھلا اور حضور پرنسپل مقرر ہوئے تو محترم خالد صاحب کو کالج میں ساتھ لے لیا۔ حضور رحمہ اللہ صدر انصار اللہ بنے تو خالد صاحب معتمد مقرر ہوئے۔ حضور صدر، صدر انجمن احمدیہ مقرر ہوئے تو خالد صاحب کو معتمد صدر، صدر انجمن احمدیہ بنا کر ساتھ لے گئے۔ اور پھر جب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ خلافت پر فائز فرمایا تو محترم شیخ محبوب عالم خالد مرحوم کو حضور رحمہ اللہ نے اپنا پرائیویٹ سیکریٹری مقرر فرما لیا۔ اور بعد میں ناظر بیت المال کے عہدہ پر فائز فرما دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بعد میں ان کو صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان مقرر فرما یا دیا تھا۔

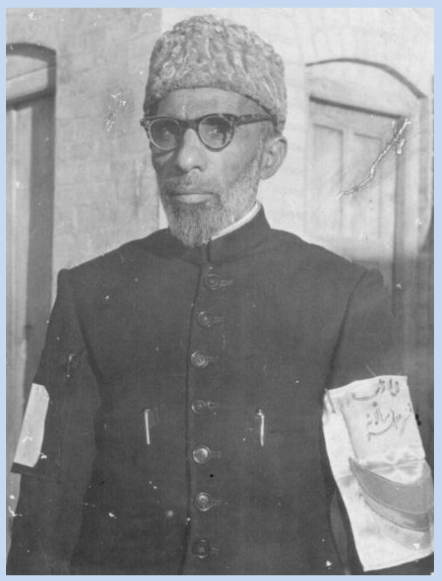

حضرت صاحبزادہ صاحب رحمہ اللہ کا اِنکے ساتھ محبت کا یہ رشتہ نہ تو undeserved تھا اور نہ ہی یکطرفہ۔ میں ذاتی طور پر اس بات کا گواہ ہوں کہ محترم خالد صاحب کے سپُرد جو کام بھی کیا گیا انہوں نے اپنی محنت اور دیانت سے اس کا حق ادا کیا۔ انکی محبت و جاں نثاری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جب

انگلستان کے جلسہ سالانہ کے بعد جرمنی تشریف لائے اور مجھے ان کو جرمنی کے بعض مقامات کی سیر کرانے کی سعادت ملی تو فرمانے لگے کہ پتہ کرو کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ جرمنی تشریف لائے تو کس کس مقام پر گئے تھے اور مجھے انہی مقامات پر لے کر جاؤ۔ ایک دن کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے مسجد نور فرانکفرٹ کے قریب کوئی ٹاور ہے جس کے اوپر restaurant ہے جو گھومتا ہے اور وہاں سے تمام شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ مجھے وہاں لے چلو۔ ہم اوپر ریسٹورینٹ میں گئے تو بڑی ہی معصومیّت سے پوچھنے لگے کسی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حضور رحمہ اللہ تشریف لائے تھے تو کہاں بیٹھے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سٹاف ممبران ٹی آئی کالج ربوہ کے درمیان

محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد کے اعزاز میں دی جانے والی الوداعی تقریب بتاریخ 7 مئی 1969

جب میں کالج میں بطور لیکچرار ان کا رفیق کار بنا تو میری ہر قدم پر ہر رنگ میں نہایت شفقت سے رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ کالج میں اساتذہ کو انکے ذمہ اپنا مضمون پڑھانے کے علاوہ پرنسپل کئی انتظامی اُمور بھی سپرد کر دیتے ہیں۔ خالد صاحب کو پرنسپل صاحب نے bursar مقرر کیا ہوا تھا جس کا کام مالی امور کی نگرانی ہوتا ہے۔ محترم خالد صاحب نے خاکسار کو بھی اپنے ساتھ معاونت کے لئے لگا لیا۔ اس طرح مجھے ان کی دیانت محنت اور باریک بینی کی صفات کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ وہ تعلقات عامہ کے معاملہ میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے۔ کالج کے رسالہ "المنار" کے اردو حصہ کے انچارج تھے انگریزی حصہ کی ذمہ داری خاکسار کے سپرد کر دی گئی تھی۔ آپ نے کالج کی اردو سوسائٹی کی مضبوط بنیادیں رکھیں جنہیں مکرم پروازی صاحب نے بعد میں اور بھی بلند کر دیا۔

آپ مئی 1969 میں کالج سے ریٹائر ہوئے۔ کالج سٹاف کی طرف سے دی جانے والی الوداعی دعوت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ ازراہِ شفقت بنفسِ نفیس شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ محترم خالد صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت میں ان کو ان کے پیاروں کے قُرب میں جگہ عطا فرمائے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ خاکسار کے لئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ستاری فرماتے ہوئے میری خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے میرا انجام بخیر کرے۔ آمین۔

خاکسار حمید احمد چوہدری۔ حال مقیم فرانکفورٹ۔ جرمنی

ہمبرگ ایک شہر ایک صوبہ

(مدیراعلیٰ المنار جرمنی)

ہمبرگ جرمنی کا دوسرا بڑا شہر ہے جس کو فیڈریشن میں ایک صوبہ کی حیثّیت حاصل ہے۔ یہ جرمنی کے شمالی حصّہ میں دریائے ELBE پر جو ایک سو کلومیٹر کے فاصلہ دور شمالی سمندر میں گرتا ہے واقع ہے یورپ کی دوسری بڑی بندرگاہ ہونے کے بدولت عالمی بحری عدالت کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے۔اس کو کراچی کی طرح سات اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہمبرگ اپنی رواداارانہ روایات کی وجہ سے تارکین میں بھی مقبول ہے۔ یہاں کی تیس فی صد آبادی تارکین پر مشتمل ہے۔ جرمنی کا امیر ترین شہر اپنی علم پروری کی وجہ سے معروف ہے۔ یہاں سرن سوٹزرلینڈ کے بعد دوسرا یورپی تحقیقاتی مرکز ہے۔ نہایت کشادہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ وہ شہر جس کو اتحادیوں نے جنگِ عظیم دوم میں جرمنی کی کمر توڑنے کے لئے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا تھا آج ایک خوبصورت شہر کی صورت میں دنیا بھر کے زائرین کیلئے توجہ کا مرکز بن چکا ہے۔ جس کی فی کس سالانہ آمدنی یورپ میں انتہائی بلند درجہ پر ہے۔اس کو سٹی سٹیٹ کا درجہ صدیوں سے حاصل ہے۔

اس کے ارد گرد شہروں سے روزگار کے لئے روزانہ ہزاروں لوگ آتے ہیں۔اس کی میٹروپولیٹن آبادی نصف کروڑ کے لگ بھگ بن جاتی ہے۔ٹریفک کا انتظام نہایت عمدہ ہے۔انڈر گراؤنڈ ریلوے کا بہترین انتظام ہے۔اس دفعہ انتخابات میں جمہوریت کو ایک نئے سسٹم سے روشناس کروایا گیا ہے جس کے مطابق ہر ووٹر کو پانچ ووٹ کا حق ہوتا ہے اور وہ ان کا استعمال ایک ہی اُمیدوار یا پارٹی یا مختلف امیدواروں اور پارٹیوں کے حق میں استعمال کر سکتا ہے۔ اس کا مقصد عوام کی زیادہ سے زیادہ حقیقی رائے کا جاننا ہے۔

ہمبرگ کا پارلیمنٹ ہاؤس جمہوریت کی انتہائی ترقی یافتہ شکل کا مظہر جس کا رکن ہونا ایک بڑا دنیاوی اعزاز ہے

ہمبرگ کی یہ بھی ایک خصوصیّت ہے کہ حقیقی اسلام کے غلبہ کی مہم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یورپ کے لئے اسی شہر کا انتخاب فرمایا۔ آپ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا سرعت کے ساتھ ترقی پا رہا ہے اور آج جیسے کہ دنیا جانتی ہے جرمنی جماعت جس کا آغاز کرایہ کے ایک مکان سے ہوا تھا اسی کو سو مساجد تعمیر کرنے کا ٹارگٹ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سونپا ہے۔ 1957 میں تعمیر ہونے والی چھوٹی سی فضلِ عمر مسجد میں نشو ونما پانے والی جماعت ترقی کی منازل طے کرتے کرتے دنیا بھر میں نیک نامیوں کو سمیٹ رہی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے سر گرمیاں جن پر دشمن نے پاکستان میں پابندی لگا کر گلا گھوٹنے کی پُر زور کوشش کی ہے اس کی ناکامی کا منہ بولتا ہوا ایک ثبوت خدا کے فضل سے جرمنی میں ان تمام سر گرمیوں کا پوری شان و شوکت سے جاری و ساری ہونا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بعد تمام خلفاء سلسلہ اس ملک اور اس شہر کو بار بار میزبانی کے شرف سے نوازتے رہے ہیں۔ یہاں کے رتھ ہاؤس میں 1955 میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت کی حکومت کی طرف سے استقبالیہ پیش کیا گیا۔ اسی طرح ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ 2011 میں اِسی رتھ ہاؤس میں پارلیمنٹ کی درخواست پر جلوہ افروز ہوئے۔

جماعت پر ہونے والے پاکستان میں مظالم نے کثیر تعداد میں احمدیوں کو ترکِ وطن پر مجبور کیا تو انہوں نے اس چھوٹی سی مسجد میں پناہ لی۔ خدا کے فضلوں پر یقین رکھنے والی جماعت کے افراد نے اپنی دیانت اور محنت سے مقامی آبادی کے دلوں میں گھر کر لیا۔ اس کا ایک ثبوت فروری میں ہونے والے ریاستی انتخابات میں ایک دوست کی بطور ممبر پارلیمنٹ نمایاں کامیابی ہے۔ دشمن ظلم کی برچھی سے اس جماعت کو بار بار آزما چکا ہے اور جماعت خدا کے وعدوں کو بار بار پورا ہوتے دیکھ رہی ہے۔ وہ جنہیں اپنے ملک میں ووٹ ڈالنے کا حق نہیں وہ یورپی ممالک میں انتخاب میں نمایاں کامیابی کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

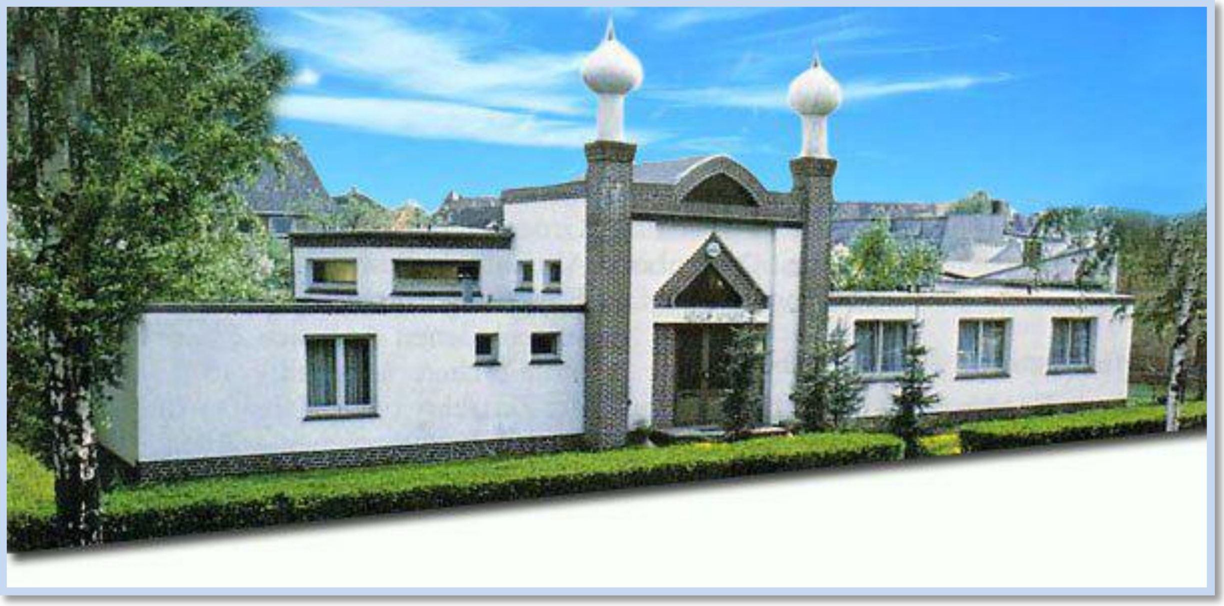

مسجد فضلِ عمر ہمبرگ۔ جرمنی۔ ہمارے اجداد کی قربانیوں کی ایک نشانی

ہمبرگ میں 1957 میں تعمیر کی جانے والی مسجد جس کی تعمیر کے لئے مالی قربانی پاکستان سے 150 روپے کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے ہمارے بزرگوں نے پیش کی۔ ان کے اسماء کی لسٹ پڑھ کر دل کی گہرائیوں سے ان بزرگان کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی معمولی قربانیوں کو وہ پھل لگائے جن میں قیامت تک اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ایک طرف جہاں جنت کے مزے لوٹ رہے ہونگے اِدھر اپنی اولادوں پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کرم سے بھی ان کو تسکین مل رہی ہوگی۔

قارئین اِسی شمارہ میں ایک نومنتخب ممبر پارلیمنٹ مکرم طارق گلفام ملک صاحب کا انٹرویو شامل ہے۔ہم نے ان کے انٹرویو کے دوران انکی خاکساری۔جذبہ خدمت اور مقصد سے پائیدار اخلاص کو محسوس کیا ہے۔ان کا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد صرف زبان سے نہیں بلکہ اِس مادر پدر آزاد معاشرہ میں اپنے عمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔خدا انکی کامیابی کو اسلام کے حق میں مفید ثابت کرے اور مزید ترقیات کا پیش خیمہ بنائے۔آمین۔

کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

ہماری جان فدا سیّدالوراء کے لئے
سبھی نثار ہیں اس شاہ دوسرا کے لئے

بروئے کار ہے شیطاں نقاب بر انداز
"بدی" کو خوب ہے "ہم کیوں کہیں ریا کے لئے

طریق شرع نہیں اسوہء رسول نہیں
مقام شرم ہیں یہ "غول" اتقیا کے لئے

نبی کے نام مقدس کی آڑ لے لے کر
وفا کی شان دکھانے چلے جفا کے لئے

جو رہن ہو چکی ابلیس کے خزانے میں
وہ "روح" نذر شہنشاہ انبیاء کے لئے؟

دہان کھلتے ہی اڑتی ہے بُوئے طاغوتی
نہیں! یہ لب نہ ہلیں ذکرِ مصطفٰی کے لئے

یزیدی فعل۔زبانوں پہ "یا علی" توبہ!
یہ اور تیر چلے آلِ مرتضٰی کے لئے

اسی زبان سے اسی وقت گند بک بک کر
خدا کا نام نہ لو ظالمو! خدا کے لئے

ہمبرگ کی ریاستی پارلیمنٹ کے نو منتخب شدہ ممبر

مکرم طارق گلفام ملک کا المنار جرمنی کو خصوصی انٹرویو

ہمبرگ کی کشادہ اور صاف ستھری سڑکوں پر پچھلے چند ماہ جن کو ڈرائیو کرنے کا موقع ملا ہے انہوں نے شمالی ہمبرگ میں سڑکوں کے اطراف میں ایک دلرُبا اور مسکراتے چہرے کو بار بار بڑے بڑے پوسٹر ز پر دیکھا ہوگا۔ پاکستان کے ایک گاؤں سے آکر اس تصویر کے حامل کا لوگوں کو اپنی مسکراہٹ سے محض دل لبھانا مقصود نہیں تھا بلکہ وہ ایک سیاسی منزل کی کامیابی کا متمنی تھا اور پھر بالآخر اس سال پندرہ فروری کو اُنکی مراد بر آئی اور ان کا فون الیکشن کے خاتمہ کے بعد لگاتار بجنے لگا۔ مبارکبادی کے پیغامات دنیا بھر میں دیئے اور لیئے جارہے تھے۔ کھوکھر غربی گجرات پاکستان میں مٹھائیاں تقسیم ہونے لگیں۔ المنار جرمنی کی ٹیم کو بھی ان کی اس کامیابی پر خوشی محسوس کرتے ہوئے ہمبرگ کی پارلیمنٹ کے اس پہلے پاکستانی نژاد جناب طارق گلفام ملک کے ساتھ ایک انٹرویو کی طلب پیدا ہوئی۔ ہماری درخواست پر ملک صاحب نے اپنی بڑھتی ہوئی مصروفیات کے باوجود اپنے دفتر میں ملاقات کا وقت دیا اور ان سے جو باتیں ہوئیں آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں۔

المنار: ملک صاحب سب سے پہلے تو "المنار جرمنی" کی طرف سے اس کامیابی پر دلی مبارک باد قبول فرمائیں اس لئے بھی کہ آپ پہلے پاکستانی ہیں جو جرمن کی ایک پارلیمنٹ کے لئے بھاری اکثریت سے منتخب ہونے والے ممبر ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو یہ اعزاز مبارک فرمائے اور مزید ترقیات کا پیش خیمہ بنائے۔ اس کے بعد گذارش ہے کہ آپ قارئین المنار کے لئے پہلے اپنا تعارف کروائیں

ملک صاحب: خاکسار کا تعلق پاکستان کے ضلع گجرات کے ایک گاؤں کھوکھر غربی سے ہے۔ خاکسار کے والد مکرم ملک منور احمد صاحب مکرم سلطان علی صاحب ذیلدار کے بیٹے تھے جن کو امام الزّماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ماشااللہ ہم آٹھ بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ چھوٹے بھائی ملک رشید احمد کھوکھر غربی پاکستان میں سماجی خدمت کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ باقی سب بھائی باہر کے ملکوں میں قیام پذیر ہیں۔

المنار: جرمنی میں آپ کب سے مقیم ہیں اور اس دوران کیا کیا کرتے رہے ہیں

ملک صاحب: خاکسار جرمنی 1975 میں آیا تھا اس وقت میری عمر کوئی سترہ برس ہوگی۔ جرمن زبان سیکھنے اور مرسیڈیز کمپنی میں Dual System کے تحت ٹریننگ کے بعد مجھے کاروبار میں دلچسپی ہوئی تو ایک پھولوں کی دوکان شروع کردی۔ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈالی تو یہ کاروبار پھیلتا گیا۔ الحمدللہ اس وقت چار دوکانیں ہیں۔

المنار: آپ کو یہاں کی سیاست میں سرگرم ہونے کی تحریک کس طرح ہوئی۔

ملک صاحب: گیارہ ستمبر 2001 کو ہونے والے واقعہ نے دنیا بھر میں ایک ہل چل پیدا کردی تھی اور اسلام سے وابستگی ایک پسماندگی کی علامت بن گئی تھی۔ جس پر میں نے بطور مسلمان اپنا رول ادا کرنا ضروری سمجھا۔ خاص طور پر جب ہم لوگ ہر طرح سے ملکی قوانین کے تابع اور ٹیکس دینے والے شہری ہیں ہمیں اپنی شناخت کو سامنے لانا چاہئے۔ لہذا ایس پی ڈی ایک ایسی جمہوری پارٹی ہے جو تارکین یا دوسرے الفاظ میں مہاجرین کے لئے نرم گوشہ رکھتی تھی اس لئے اس پارٹی میں شمولیّت اختیار کرلی۔

المنار: پاکستان میں آپ کی فیملی کا سیاست میں کیا کردار تھا۔
ملک صاحب: اپنے علاقہ کی حد تک مسلم لیگ سے وابستہ رہے ہیں کیونکہ وہ پاکستان بنانے والی جماعت تھی۔ میرے دادا جان ذیلدار تھے مکرم چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب جب وکالت کرتے تھے ایک بار انہوں نے انتخابات کے معاملہ میں دادا جان کے ایک مقدمہ کی پیروی بھی کی تھی۔

المنار: آپ کو پارٹی میں شمولیّت کے بعد کوئی مشکلات پیش آئی ہوں گی۔
ملک صاحب: جب میں پہلی بار میٹنگ میں گیا تو میرا تعارف کروایا گیا اور 9۔11 کے بعد مسلمانوں والا نام۔ مذہب اسلام اور پاکستان سے تعلق۔ ایک بار تو سب کو عجیب محسوس ہوا۔ لیکن جماعت کے اندر جو تربیت ملی تھی بطور صدر جماعت اور ممبر لوکل عاملہ اس سے میری ساری جھجک دور ہو چکی تھی اور چھ ماہ کے اندر مجھے اس پی ڈی کی مقامی کمیٹی کا رکن بنا دیا گیا۔ میں نے اپنے مذہب کو ہمیشہ سامنے رکھا ہے۔ البتہ پارٹی کے اندر کام کرنا اور منتخب ہو کر پارٹی کی نمائندگی میں باہر کام کرنے سے نئی طرز کی مشکلات سامنے آتی ہیں۔ تاہم۔ کسبِ کمال کن کہ عزیز جہاں شوی۔ کے مطابق انسان خدمت کے ذریعہ مقبولیت بھی حاصل کرتا ہے۔

المنار: آپ کو زبان کے معاملہ میں دشواری تو ہوتی ہوگی کیونکہ جرمن کا لہجہ بھی کافی مشکل ہوتا ہے۔
ملک صاحب: یہ بات درست ہے کہ لہجہ جس میں پنجابی کی لہک تو رہتی ہے لیکن دل کی زبان بھی ساتھ ہو اور انسان خدمت لگن سے کرے تو اجنبی لہجہ سے بھی لوگ مانوس ہو جاتے ہیں۔ کونسلر کی حد تک مجھے انتخاب میں حصّہ لینے کے لئے کہا جاتا رہا لیکن میں انکار کرتا رہا۔ میرا مطمع نظر کوئی سیاسی عہدہ لینا نہیں تھا۔ ہمارے لوکل امیر مکرم چوہدری ظہور صاحب نے مجھے تحریک کی کہ اس میں بھی جماعت کا فائدہ ہے لہذا 2008 میں کونسلر کا الیکشن ہوا تو خاکسار بھی امیدوار تھا اور الحمد للہ ووٹوں کی اچھی تعداد سے منتخب ہو گیا۔ دوسرا میرا مقصد اس رنگ میں اپنی نئی پود کے لئے ایک بنیاد فراہم کرنا ہے۔ اُمید ہے ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان جن کی خدا کے فضل سے اب کافی تعداد ہے آگے آئیں گے۔ البتہ بعض مشکلات بوجہ Immigrant ہونے کے جوں جوں آگے بڑھیں پیدا ہوتی ہیں لیکن یہ زندگی کا حصہ ہیں ان کو عبور تو کرنا پڑتا ہے۔ تاہم یہاں خدمت کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ اور لوگ اس خدمت کی قدر کرتے ہیں۔

المنار: اس کونسلر شپ سے آپ کے لئے مزید خدمت کے دروازے کھل گئے۔
ملک صاحب: خاکسار نے اپنی کونسلر شپ کے ابتدائی دور میں Bürgerforum Langenhorner کا اجراء کیا جس کا موٹو: Mit einander reden, nicht übereinander reden ہے۔ یہ رابطے کا ایسا ذریعہ ہے جس کے تحت ہر ماہ ایک بار عوام کے مسائل کے لئے سرکاری افسران۔ دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اور عوام الناس کو ناشتہ پر مدعو کیا جاتا ہے اور براہ راست آپس میں ایک بے تکلفانہ ماحول میں باہم گفتگو اور معلومات کا تبادلہ کیا جاتا ہے جس سے بہت سے معاملات جلد طے پا جاتے ہیں۔ پھر اسکی رپورٹ بھی اخبارات میں چھپتی ہے جس کا لوگوں پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ جرمنی میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور کامیاب تجربہ ثابت ہوا جس کو دوسری جگہوں پر بھی اپنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ 2014 میں تیسری بار کونسلر منتخب ہوا تو ووٹوں کے لحاظ سے دیگر پارٹیوں کے کونسلروں کی نسبت اوّل پوزیشن تھی
المنار: پارلیمنٹ کا ممبر ہونے کی وجہ سے اب آپ کو معاونین کی سہولت دی جائے گی۔
ملک صاحب: یہ دفتر خاکسار کا ذاتی ہے۔ اور کارکنان بھی لیکن اب مجھے سرکاری اخراجات پر دفتر اور دو ملازمین کی اب سہولت ہوگی۔

(اس مرحلہ پر دورانِ انٹرویو ایک آدمی آیا اور ایک سڑک کی غلط پلاننگ کی طرف توجہ دلانے لگا۔ اس کی بات کو ملک صاحب نے توجہ اور دل کے کانوں سے سننے کے بعد اسے رخصت کیا)

گلفام ملک صاحب اپنے آقا کی معیّت میں حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ کی رتھ ہاؤس ہمبرگ میں 2011 میں تشریف آوری کے موقع پر

المنار: پاکستان میں تو آپ کو ووٹ کا بھی حق نہیں ہے۔ یہاں اس کے برعکس ایک بڑی پارٹی کا ٹکٹ اور عظیم کامیابی کو کیسے محسوس کرتے ہیں۔

ملک صاحب: یہاں ٹکٹ جاری کرنے کے لئے مقامی پارٹی باضابطہ انتخاب کرتی ہے اس میں میری پہلی پوزیشن تھی اس کے بعد ضلعی پارٹی میں انتخاب ہوا جس میں میرا تیسرا نمبر تھا۔ اس کے بعد حلقہ انتخاب WARD کے تمام پارٹی ممبران نے ان ناموں میں سے انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ یہاں آخری منظوری دی جاتی اس موقعہ پر اُمیدوار پر جرح کی جاتی ہے اور اس کے بعد ووٹنگ کے ذریعہ فیصلہ ہوتا ہے۔ کسی سفارش یا تعلق سے کام نہیں بنتا۔ یہ پارٹی ممبران کی صوابدید پر منحصر ہے۔ مجھ پر سخت جرح کی گئی خاص طور پر مذہب کے حوالے سے۔ ایک طرح سے اسلام کی حقیقی تعلیم بیان کر کے ان کے شکوک و شبہات دور کرتے ہوئے تبلیغ کا بھی اچھا موقع مل گیا۔ اب جب اس نشست کے ٹکٹ کا انتخاب ہوا ہے تو خاکسار کو پہلی پوزیشن حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد عام انتخابات میں دوسری پارٹیوں کے اُمید واروں کی نسبت مجھے دوگنا سے بڑھ کر ووٹ دیئے گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

Bürgerforum میں سینئر انتظامی افسران کی حاضری

خدمت کے لئے ہمہ تن گوش

ہمبرگ کے اوبر برگرماسٹر Scholz Olaf, کے ساتھ

طارق گلفام ملک صاحب المنار جرمنی کی انٹرویو ٹیم کے ارکان محمد کولمبس خاں مدیرِاعلیٰ المنار جرمنی اور نائب صدر TICOSA مکرم منیر احمد صاحب باجوہ کے ہمراہ اپنے دفتر میں

المنار: آپ ہمارے قارئین کو کیا پیغام دیں گے۔

ملک صاحب: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ جو لوگ خدمت خلق کو اپنا شعار بناتے ہیں وہی حقیقی عزت کے مستحق ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ جس جگہ بھی خدمت کا موقع ملے اخلاص کے ساتھ کام کریں۔ نوجوان اپنی تعلیم کی طرف پوری توجہ دیں۔ اِس ملک کو اپنا ملک سمجھیں اور جو عزت ہمیں دی گئی ہے اپنی مخلصانہ خدمت کے ذریعہ اس ملک کو نیک صلہ دینے کی کوشش کریں۔ پاکستان کے سیاستدانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ نوشتہ دیوار کو پڑھنے کی کوشش کریں۔ جن بیکار مسائل میں الجھے ہوئے ہیں ان سے کنارہ کر کے ملک کی ترقی اور عوام کو ہر شعبہ زندگی میں انصاف فراہم کریں اور رواداری اور برداشت کی تعلیم کو فروغ دیں۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے عہدیداران

(برائے سال 2015تا2017)

مورخہ 23۔ نومبر 2014 بروز اتوار بیت السبوح فرینکفورٹ میں مکرم محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب کی صدارت میں ایسوسی ایشن کے نئے عہدہ داروں کے انتخاب کے لئے ایک اجلاسِ عام منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل دوست اگلے تین سال کے لئے منتخب کئے گئے۔

1۔مکرم پروفیسر حمید احمد چوہدری۔ صدر

2۔مکرم میجر عبدالوحید ظفر رانا۔ نائب صدر
3۔مکرم چوہدری انیس احمد۔ سیکرٹری
4۔چوہدری منور احمد باجوہ۔ سیکریٹری مال

5۔مکرم چوہدری حمیداللہ ظفر۔ سیکرٹری اشاعت
6۔مکرم سعید احمد ناز۔ سیکرٹری ضیافت
7۔مکرم عبدالحنان ڈوگر۔ سیکرٹری تجنید

8۔چوہدری عبدالغفور ڈوگر۔ مینیجر المنار

ایڈوائزری کمیٹی کے ارکان حسب سابق مندرجہ ذیل دوست ہیں:

1۔مکرم محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب
2۔مکرم محترم چوہدری حبیب اللہ طارق
3۔مکرم محترم داؤد احمد چیمہ

4۔مکرم محترم عبدالشکور بھٹی
5۔مکرم محترم عرفان احمد خان
6۔مکرم محترم محمد عاقل خاں

7۔مکرم محترم شیخ منصور احمد
8۔مکرم محترم راجہ عبدالرشید جاوید
9۔مکرم محترم چوہدری نصیر احمد

10۔مکرم محترم سید محمود زمان عباسی
12۔مکرم محترم محمد ظہیر احمد کمپیوٹر سپیشلسٹ

ان احباب کے علاوہ مکرم چوہدری منیر احمد باجوہ صاحب نائب صدر برائے ہمبرگ اور مکرم محترم ڈاکٹر نعیم احمد طاہر آنریری نائب صدر ہوں گے۔علاوہ ازیں حاضرین کی جانب سے کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ وہ حسب ضرورت اس میں توسیع کر سکتی ہے۔مکرم چوہدری محمد کولمبس خان صاحب بطور چیف ایڈیٹر المنار خدمت بجالاتے رہیں گے۔

اس موقع کی چند تصویری جھلکیاں:

المنار پر قارئین کے تبصرے

مکرم و محترم پروفیسر صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المنار۔ جرمنی بھجوانے کا بہت شکریہ۔ سرسری طور پر سارا دیکھ لیا ہے لیکن شروع کے چند صفحات تفصیلاً پڑھنے کا موقعہ ملا۔ بہت عمدہ کوشش ہے۔ اس شمارہ کی حیثیت بابرکت اور تاریخی بن گئی ہے۔ بارک اللہ لکم

منیر احمد شاہد۔ کینیڈا

مکرم و محترم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔ آنمحترم کی طرف سے رسالہ،،المنار،، کا خصوصی شمارہ،،ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالو کیوسی،، نمبر موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

خاکسار کو مرحوم ڈاکٹر عبدالہادی کیوسی صاحب سے ملاقات کا شرف تو حاصل نہیں ہوا البتہ ان کے بارے میں سنا ضرور تھا۔ اب اس رسالے سے مرحوم و مغفور کی شخصیت اور کھل کر سامنے آئی تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیاری جماعت کو کیسی کیسی بزرگ ہستیاں عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اللہ نور السمٰوٰت والارض (النور: ۳۶) کہ اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی بہت خوبصورت اور تفصیلی تفسیر بیان کرتے ہوئے تفسیر کبیر میں ایک نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ نور جہاں بھی ہو وہ چھپ نہیں سکتا۔ وہ پردے میں بھی ہو تب بھی روشنی اپنا پتہ دیتی ہے اور دیکھنے والا اسے پہچان لیتا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِیهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِینَ (البقرہ: ۳) کہ یہ (کتاب) متقیوں لئے ہدایت ہے۔ یعنی جن کو سچائی سے محبت ہے اور سچائی کو دیکھ کر بہانہ بازی نہیں کرتے بلکہ جب سچائی کو دیکھیں تو اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کتاب ضرور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ جس کی آنکھ میں نور ہے اور وہ دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ سورج کی روشنی سے فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ لیکن اگر اپنی آنکھ میں نور نہ ہو تو سورج بے شک نصف النہار پہ ہو آنکھوں سے اندھا شخص اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ انسان کے اندر کا نور ہی دراصل باہر کے نور کو کھینچتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر کیوسی صاحب کے حالات پڑھ کر جہاں ایک طرف اس بزرگ ہستی کی عظمت اور بزرگی کا علم ہوتا ہے وہاں قرآن کریم کی آیات بینات کی حقیقت اور سچائی مزید کھلتی اور ثابت ہوتی چلی جاتی ہے۔ محترم کیوسی صاحب کے اندر تقویٰ تھا، ان کے دل میں نور کی چنگاری موجود تھی۔ جونہی انہیں مسجد میں آکر دیانتداری سے قرآن کریم پڑھنے کی توفیق ملی تو ان کے دل کے تقویٰ نے یہ گواہی دی یہ کتاب واقعی ہدایت اور سچائی ہے۔ اور اگر یہ سچائی ہے تو اسے ضرور تسلیم کرنا چاہیے۔ چنانچہ ان کے اندر کے نور نے باہر کے نور کو فوراً پہچان لیا اور سچائی کے کھل جانے پر اسے قبول کرنے میں اپنے کیتھولک کٹر خاندانی پس منظر کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس خوبصورت شعر کے مطابق اپنے نیک فطرت ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا		نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ حیا یہی ہے

آپ نے اس صداقت کو قبول کرنے کے بعد دنیوی نوکری کے ساتھ ساتھ آخری سانس تک خدمتِ دین اور کتاب الٰہی کی صداقت کو اسپرانٹو زبان میں ترجمہ کر کے دوسروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی۔ یہ آپ پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ جو روشنی آپ نے خود حاصل کی اس سے دنیا کو روشن کرتے رہے۔ آپ اس ارشاد خداوندی کے زندہ ثبوت تھے کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۷۰) کہ جو لوگ ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے۔ پھر فرمایا کہ: إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (لقمٰن: 17) ! یقیناً اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز ہو پس وہ کسی چٹان میں (دبی ہوئی) ہو یا آسمانوں یا زمین میں کہیں بھی ہو، اللہ اسے ضرور لے آئے گا۔ یقیناً اللہ بہت باریک بین (اور) باخبر ہے۔

پس وہ شخص جو قرآن کریم کا مطالعہ شروع کر چکنے کے باوجود اپنے کیتھولک عقیدے کے بارے میں محترم فضل الٰہی انوری صاحب سے یہ اظہار کرتا ہے کہ،، میرے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہنا،، یعنی وہ اپنے عقیدے کو چٹان کی طرح مضبوط خیال کرتا ہے۔ شاید یہ کہتے ہوئے انہیں خود بھی معلوم نہ تھا کہ جس کتاب کا وہ مطالعہ شروع کر چکے ہیں،

اسی میں خدا نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ اگر کسی چٹان میں بھی چھپا ہے تو خدا اسے ضائع نہیں ہونے دے گا۔اسے نکال کے ظاہر کر دے گا اور بالآخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے غلام صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکتوں کے طفیل اِسی کتاب کے مطالعے نے وہ چٹان توڑ دی اور اسی چٹان سے نیکی، تقویٰ اور علم و عرفان کا چشمہ جاری ہو گیا جو نہ صرف آپ کی پوری زندگی تک بہتا رہا بلکہ آپ کی تصنیفات کی صورت میں اب بھی جاری ہے اور آپ کے ترجمۃ القرآن اور ایمان افروز واقعات کو پڑھ کر بعد کی نسلیں بھی اس چشمہ سے فیض حاصل کر رہی ہیں۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں   اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو اپنی پاک کتاب قرآن مجید۔اپنے پاک نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ،اپنے پاک مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام سے حقیقی محبت عطا فرمائے اور ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی اس محبت کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

شمشاد احمد قمر۔پرنسپل جامعۃ المبشرین۔جرمنی

از محترم جناب مولانا محمد اجمل شاہد صاحب۔سابق امیر و مشنری انچارج نائیجیریا

مکرم ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالو کیوسی۔شیخ عجم

المنار کا مکرم ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالو کیوسی کے متعلق خصوصی شمارہ شائع کرنے پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔خاکسار کے دل میں ان زندگی کے ایام سے ہی بہت محبت اور احترام کے جذبات ہیں۔خاص طور پر اس لئے کہ انہوں نے بہت ہی قلیل عرصہ میں قرآن کریم کی زبان عربی سیکھی۔قرآن مجید کا پڑھنا سیکھا۔اس کا ترجمہ سیکھا اور اس سے بڑھ کر اس الہامی کتاب کا ایک غیر زبان سیکھ کر اس میں ترجمہ شائع کیا۔ڈاکٹر صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا رہے گا۔ڈاکٹر صاحب کی اسلامی زندگی صرف چند سال کی تھی انہوں نے اس قلیل عرصہ میں جس طرح اسلام کے وسیع و عریض مرغزاروں کو ایک جست لگا کر طے کیا اس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ شعر یاد آتا ہے جو حضورؑ نے حضرت سید عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا تھا

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ایں بیاباں کردطے از یک قدم

واقعی شیخ صاحب بھی شیخ عجم تھے۔الھم غفر-------

مکرم محترم پروفیسر حمید احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بیت الرشید ہمبرگ میں آپ کے ارسال کردہ المنار ڈاکٹر عبدالہادی اطالو کیوسی نمبر کی ایک کاپی خاکسار کو بھی ملی ہے۔اس کے مطالعہ کا اس قدر لطف آیا کہ سارا رسالہ ختم کر کے سویا۔الحمدللہ آپ نے ایک قابل قدر بزرگ کی زندگی کے مختصر مگر ایمان افروز حالات مطالعہ کے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس نیک کام کی جزائے خیر دے۔آمین

والسلام

خاکسار

ملک شریف احمد ہمبرگ

بسم الله الر حمٰن الرحیم

In the name of Allah, the Gracious, the Merciful
Im Namen Allahs, des Gnädigen, des Barmherzigen.

TALIM - UL - ISLAM COLLEGE RABWAH

Quarterly Magazine of

T.I. College Old Students Association Germany

English and German Section

ALMANAR

March – April 2015

Director: Prof. Hamid Ahmad Chaudhry
Editors: Frau Munnazza Aqil Khan
Frau Dr. Saadia Raja
Manager: Chaudhry Abdul Ghafoor Dogar
Design: Muhammad Zaheer Ahmad
Printed By: Rana Mohammad Asghar Khan
A.K Print and Layout Service Tel. (49) 06721- 15 40 68

Contents

Inhalt

Nr.	Artikle	Page
1	Furqan Force: Imam Bashir Ahmad Rafiq	1
2	Letter from Herr Horst Schäfer	4
3	Letter from Amir Sahib	5
4	Comments on Al-Manar (Dr.Chiussi Special Issue)	6
	Urdu Section	

The Furqan Force (Battalion)

By: Imam Bashir Ahmad Rafiq

In June, 1948 Hazrat Mirza Mahmud Ahmad, Khalifatul Masih II, decided to set up Furqan Battalion to take part in Kashmir war.
The Government of Pakistan had requested Hazrat Mirza Mahmud Ahmad Sahib to send a Battalion of Ahmadi volunteers on Kashmir front.
An Organizing Committee under Hazrat Mirza Nasir Ahmad Sahib (Fatehuddin) was set up which recruited Ahmadi volunteers. By June 1948, the Furqan Battalion was set up under the command of Col. (Retd.) Sardar Muhammad Hayat Qasarani. It was stationed at Sarai Alamgir near Jhelum.

The Furqan Battalion was disbanded on 17 June 1950. Brig K.M.Sheikh of Pak Army read out the message of Gen Gracey in a ceremony held for that special purpose:
Gracey paid a glowing tribute to Furqan Battalion in his message dated 17 June 1950. The text of the message to the Battalion from General Sir Douglas Gracey, K.C.I.C.B.E., M.C., Commander in Chief is given below:

"Your offer to provide a volunteer force in the fight for liberation of Kashmir in June, 1948 was gratefully accepted, and the Furqan Bn came into being. After a short period of training during the summer of 1948, you were soon ready to take your place in the field. In September 1948 you were placed under Commander MALF. Your Battalion was composed entirely of volunteers who came from all walks of life, young peasants, students, teachers, men in business, they were all imbued with the spirit of service for Pakistan; you accepted no remuneration, and no publicity for the self-sacrifice for which you all volunteered. Yours was

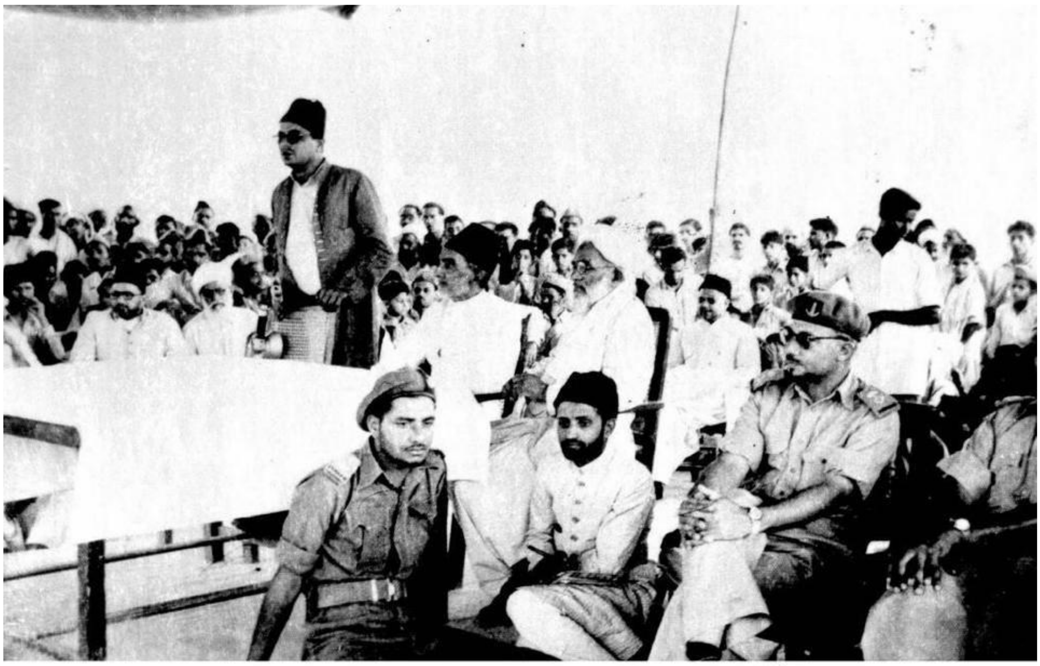

۲۰-۶-۱۹۵۰ کو کشمیر کے محاذ سے آنیوالی فرقان فورس کے اعزاز میں ربوہ میں دی جانیوالی دعوت

A get together was held in Rabwah on the return of Furqan Force from Kashmir front (20.6.1950)

a noble cause. You impressed us all with your keenness to learn, and the enthusiasm you brought with you. You and your officers soon got over many difficulties that face a young unit. In Kashmir you were allotted an important sector, and very soon you justified the reliance placed on you and you nobly acquitted yourself in battle against heavy enemy ground and air attacks, with not losing a single inch of ground. Your conduct both individual and collective and your discipline have been of a very high order. As your mission is over and your Battalion is under orders to disband, I wish to thank every one of you for the services you have rendered to your country."

My joining the Furqan Force

In 1948 when I was a Matriculation student in Chiniot, the Headmaster once directed all students in the 9th and the 10th classes to assemble in the hall. He said that Hazrat Syed Wali ul Allah Shah, a high-ranking office bearer of the Jamaat, would address us.

His address was indeed full of fervour and enthusiasm. He explained in detail the importance of Jihad and said that at the request of the Pakistan Government the Jamaat Ahmadiyya had established a voluntary Battalion to serve at the Kashmir Front. He said that Hazrat Mirza Nasir Ahmad had been appointed as the Commander. Further, he said that it was Hazrat Khalifa tul Masih II's wish that some students from the High School should volunteer and join the force

At the end of the speech I, along with other boys volunteered to go to the battlefield. In those days, India and Pakistan were engaged in a war at the Kashmir Front. News of death of the soldiers from either side was received daily.

The volunteer boys were told to go back to their homes to secure formal permission from their parents and to meet friends and relatives. On a fixed date, they were directed to report at Sarai Alamgeer situated on the bank of the river Jhelum.

When I went home, my father quite happily granted me permission and wholeheartedly approved my move. However, my mother was very worried and for as long as I stayed in the village, she appeared to be deeply concerned. When I had to go to the Front, to see me off, my father took me to the railway station. He too was on the verge of tears. He embraced me tightly and in a choking voice full of emotions, he said:

"You have volunteered on your own and you were certainly not under any pressure. It is quite likely that you may have to face death. In such an event, lay down your life bravely. He who comes into this world has to depart from it one day. The real objective of life on Earth is to gain the pleasure of Allah. If in your early youth you were fortunate enough to gain martyrdom, what else could you possibly ask for?"

It was of course a great sacrifice on my father's part as I was the elder of his two sons and God alone knew what expectations and ambitions he entertained in my regard. However, he did not seem to care and quite happily, he showed readiness, if it was His will, for me to die in His way.

On boarding the train due to overwhelming emotions, I continued to cry for quite a while. The next morning at Sarai Alamgeer Railway Station a young man from the Furqan Force received me and took me to the Camp. Some of my school friends were there already. For the next fifteen or twenty days we were trained in rifle shooting and in the use of grenades. Every day we heard speeches on the importance of Jihad.

After completion of our training while it was still dark, in a number of army trucks we were taken to Bhimbar (in Azad Kashmir). The following day, again in the dark, we moved to the

Front on foot. This journey, over hilly tracks and climbing all the time, was very agonizing. Our feet became benumbed due to the march.

As we were being shelled by the enemy continuously we were not even allowed to talk. The shelling caused terror in our hearts. Finally, we reached the Front code named 'Barbat', which was situated on the summit of a hill. Trenches had already been dug and that was our abode for the next three months. To protect ourselves from enemy fire we remained in the trenches most of the time. The shelling became more intense at night.
Colonel Qaisarani was then the Battalion Commander.

Those three months were very difficult for me. I lost weight because of inadequate food and unfortunately, due to the absence of cleanliness and sanitation, boils and pimples appeared all over my body. At the Front, some simple medicines were available but it was difficult to treat such a condition. Of course, it became necessary to undergo a thorough medical examination. In view of my declining health, the Commander ordered me to leave. After an absence of three months, I got back to my village.

Nachdenken über Dr.Italo Chiussi

von Horst Schäfer (Richter am Verwaltungsgericht Wiesbaden i.R.)

Ich habe vor einigen Tagen erstmals ein Heft der Zeitschrift *Al Manar,* das Quartalsmagazin November-Dezember 2014 des T.I.College Old Students Association Germany erhalten. Das Heft ist vollständig dem italienischen Mathematik-Lehrer und Versicherungsmathematiker Dr. Italo Chiussi gewidmet. Er war 1919 in Triest geboren worden und ist 1973 in Frankfurt a.M. gestorben. Ich bin ihm persönlich nie begegnet und versuche mich nun ihm zu nähern. Dabei ist dieses *Al Manar*-Heft eine große Hilfe.

Auf den ersten Blick fällt mir auf, dass Dr. Italo Chiussi – wie auch ich – Rabwah und Quadian besucht hat, er 1971, ich 1995. Italo Chiussi stammt aus der weltoffenen Hafen- und Universitätsstadt Triest, aus der so berühmte Intellektuelle kommen wie z.B. Italo Svevo, Giorgio Strehler und Claudio Magris. Italo Chiussi wird als guter Pädagoge, als zielstrebiger Wissenschaftler und ehrgeiziger Versicherungsmathematiker und – Unternehmer beschrieben. Für diese Tätigkeiten und Laufbahn benötigt man eine gute Allgemeinbildung, eine konstruktive Arbeitsgesinnung, eine schöpferische Begabung, eine weit gespannte Beobachtungsgabe und vor allen Dingen Charaktereigenschaften wie z.B. Aufrichtigkeit, Ausstrahlung, Einfallsreichtum, Einfühlungsvermögen, Entschlusskraft, sowie pädagogische Fähigkeiten wie große Menschenkenntnis, Führungsfähigkeit, Geduld, Hilfsbereitschaft, geistige Regsamkeit und weites kulturelles Interesse. All das sagen ihm seine Familie, sein Arbeitgeber, seine - bis zur Konversion- römisch-katholische Religionsgemeinschaft und seine – nach der Konversion – ahmadi-muslimische Religionsgemeinschaft nach. Seine Weltoffenheit zeigte sich u.a. im Wechsel seines beruflichen Dienstsitzes von Triest nach Frankfurt a.M., im Erlernen und Verbreiten der internationalen Kunstsprache Esperanto und im Übersetzen des Korans in die Esperanto-Sprache.

Dr.Italo Chiussi hat mit großer Souveränität von der negativen Religionsfreiheit Gebrauch gemacht, nämlich ohne staatliche Eingriffe zu konvertieren. Er hat aber auch die Lebenserfahrung gemacht, dass ihm seine christliche Herkunftsgemeinschaft bei der Konversion keinen Schwierigkeiten ausgesetzt hat. Dies ist eine höchst bedeutsame Erfahrung. Denn im Glaubensbekenntnis soll ja kein Zwang sein.

Dr.Italo Chiussi ist eine weit-überregional bekannte Persönlichkeit. Das belegt alleine schon die Aufnahme seiner Biographie in das Internet-Lexikon Wikipedia. Er hätte es auch verdient, in die Liste der herausragenden Persönlichkeiten seiner Heimatstadt Triest aufgenommen zu werden.

Dr.Italo Chiussi war ein Sucher nach religiöser Wahrhaftigkeit und *Al Manar* ist ein lesenswertes Quartalsjournal nicht nur für alternde Studienkollegen.

Dietzenbach, am 07.Dezember 2014

Letter from Amir Sahib

بسم الله الرحمن الرحيم

Ahmadiyya Muslim Jamaat
Deutschland

Ahmadiyya Muslim Jamaat • Genfer Str. 11 • 60437 Frankfurt am Main www.ahmadiyya.de

24-11-2014

Dear Hamid Ahmad Chaudhry Sahib,

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

I have received the last two issues of Al-Manar. One was dedicated to the memory of Dr. Mehdi Ali Qamar Sahib Shaheed and the other was the special issue about Alhaj Dr. Muhammad Abdul Hadi Italo Chiussi Sahib.

It is indeed very important to keep the good deeds of our past ones alive. Both issues are informative and very adorable. MashaAllah

May Allah enable us to take an example from our seniors and may Allah enable you to continue your work successfully. Amin

Wassalam

Abdullah Uwe Wagishauser
Amir Jamaat Ahmadiyya Germany

Ahmadiyya Muslim Jamaat Deutschland • Körperschaft des öffentlichen Rechts • www.ahmadiyya.de
Geschäftsstelle / Office: Baitus Sabuh • Genfer Str. 11 • 60437 Frankfurt am Main • Tel. +49 (0)69 – 506 88 600 • Fax +49 (0)69 – 506 88 666 • E-Mail: gensec@ahmadiyya.de
Bankverbindung: SEB AG Kontonr. 159 589 54 00 • BLZ 500 101 11 • Steuernr. Frankfurt am Main III, 45/250/89591

Comments on Al-Manar (Dr.Chiussi Special Issue)

My dear Professor Ch. Hamid Ahmad Sahib,

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته

Please accept my heartiest congratulations on producing a beautiful special Number of "Almanar" on Dr Abdul Hadi Italo Chiussi (marhoom), He was a pious, Muttaqi, a Sufi and a Waliullah. There used to be a bright spiritual glow on his face and his heart was illumined with the love of Allah and his Prophet, peace and blessings be on him.
You have done a great service to bring his memories and spiritual qualities to the notice of our younger generations. Dr. Chiussi was certainly one of those white birds that Hazrat Masih-e-Mauood, alaihi salam, had caught in his vision. May Allah be pleased with him and may his soul rest in peace.Amen.
God bless you.

خيراً الله جزاك
B A Rafiq
barafiq@hotmail.co.uk

Assalamoalaikum wa rahmatullah,

Jazakumullah, this edition of Almanar on Mohammed Abdul Hadi sahib rahmatullah, is very inspiring. May his soul rest in peace. It is so interesting that I couldn't leave reading it , until I finished. May Allah reward all of you ,who spent time in writing it.
Dr.Mudassar Ahmed
AHMADIYYA MUSLIM HOSPITAL,
52 Bompai Road, PO Box 1100,
Kano,Nigeria.
+234 8053975837
+234 96 232628

Dear Prof Sahib, assalamo alikum

Thank you for bringing out such an informative and inspiring issue of al-Manar on the life of a great Sufi and scholar.
You and all the team members who were involved in the production, they deserve a big thank you.

Waslam
Zakaria Virk. 289 553 2392

My Dear Chaudhry Sahib

Assalamo Alaikum

Thanks for this awe-inspiring Almanar of Dr. M.A.H.I.Chuissi Number. I could not stop reading it until I finished the whole of it and believe me, I could not control my emotions off and on and tears would drop from my eyes. The personality of Dr. Chuissi was so strong and God guided that we the Ahmadis by birth and who have lived in Qadian and in Rabwah are nowhere near him in spirituality. May Allah Almighty grant him highest place in heavens. If you have a copy of the translation of his book, please let me have a copy of that.

Best regards
Jamil Choudhry
(Bank of America Walley)
Secretary Finance
Central New Jersey Jamaat, USA
732-271-9558/908930-7026

Dear Ch Sahib
Assalamo alaikum wa Rahmatullah!
I very much appreciate your initiative to dedicate special edition in memory of such a pious personality of Dr Mohammad Abdul Hadi Chusisi a saint who by accepting the Promised Messiah (as) became a shining star of Ahmadiyyat who will remain a beacon of light not for Europe but for the generations. May Allah always shower His blessings on him . Ameen!
I am also obliged for your courtesy in inviting us in your program to honour another Canadian guest Mokaram Dr Mohammad Rafiq Sahi Sahib. Jazakallho khiran"
Wasps alam!
A Haleem TAYYAB
Canada

Dear Hamid Chaudhry Sahib,

Assalamo Alaikum Wa Rehmat Ullah.

Thank you so very much. I have received the copy of Al-Manar. Very kind of you to have honoured me too much. I did not sleep last night, before I finished it.

Not only Dr.Abdul Hadi deserved such a Reception, but also Al-Manar has delivered it very well.

I pray for all of you and wish you the very best.

Wassalam.

Syed Mohammad Khairulbashar,

Canada.